

دعا تیس اور اذکار

احادیث اور فضص الانبیاء کی روشنی میں

رَبَّنَا تَقْبِلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ الْمُسَمِّعُ الْعَلِيمُ

اے ہمارے رب! ہم سے یہ خدمت قبول فرمائے یقیناً تو سب کچھ سننے والا جانے والا ہے

وَتَبَّعْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْتَّعَالٰى إِنَّكَ حَمِيرٌ

اور ہماری کوتا ہیوں سے در گزر فرماء، یقیناً تو بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے

سجل محمد



اَذْقِبْ

دیباچہ

فَإِنَّ قَرِيبَ: قرآن کے ذریعے اللہ کے قرب کی تلاش

رات کی گھرائیوں میں، جب زندگی کی مشکلات اور فکریں آپ کو گھیر لیں، اور دنیا کی بے رحم ہلوں کا سامنا کرتے کرتے آپ تحکم جائیں، عین اسوقت آپ کی روح میں ایک نرم سرگوشی گونجتی ہے، ”فَإِنَّ قَرِيبَ“ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ہمیشہ قریب ہے، آپ کی سانسوں سے بھی زیادہ قریب۔ اللہ تعالیٰ کی موجودگی اور اس کی قربت کا یہ لطیف احساس ہی انسان کی روح اور جسم دونوں کے لیے راحت، سکون اور رہنمائی کا زریعہ بتتا ہے۔

”وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوسِّعُ سُبْرَهُ أَنْفُسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ“
یقیناً، ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم اُس کی روح کی سرگوشیوں کو بھی جانتے ہیں، اور ہم اُس کی شہرگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ (سورۃ ق: 16)

یہ کتاب، **فَإِنَّ قَرِيبَ**، اللہ کی قربت کی جانب سفر کی دعوت ہے۔ یہ کتاب محض کاغذ پر لکھی سیاہی نہیں، بلکہ ایک پل ہے۔ دل کی گھرائیوں سے نکلی دعاویں سے بنا ہوا پل، جو آپ کو شکوک، بے چینی، اور مایوسی کی دنیا سے دور لے جا کر، ایمان اور اعتماد کے پر سکون ساحلوں تک پہنچا دیتا ہے۔ یہ اللہ کی قربت کو گرم جوشی سے گلے لگانے کی دعوت ہے، تاکہ آپ ہر دل کی دھڑکن میں اُس کی محبت کی غریب محسوس کر سکیں۔ اس کتاب کا مقصد آپ کو یہ یاد ہانی کروانا ہے کہ:

○ قرآن آپکے دل، روح، اور جسم کے لیے شفا ہے۔ قرآن کا مر ہم کیسے پریشانیوں کو سکون میں بدل دیتا ہے، ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑتا ہے، اور زندگی کے طوفانوں کا ہمت اور ثابت قدی سے سامنا کرنے کی طاقت دیتا ہے۔

○ قرآن ایک حکمت کا سمندر ہے جس میں دعاویں اور اذکار کا ایک بیش قیمت خزانہ موجود ہے۔ رسول ﷺ کی سنت کی روشنی اور انبیاء، کرام کی کہانیوں کی رہنمائی میں اس سمندر کی گہرائی میں ڈوب کر یہ خوبصورت موئی چن لیں تاکہ آپ بھی ان دعاویں کی برکتوں سے فیض یاب ہو سکیں۔

○ قرآن روحانی اور جسمانی شفا ہونے کے ساتھ ساتھ انسان کی جذباتی کیفیات کا ایک رنگین کیوس ہے۔ ہمارے ساتھ اس خوبصورت سفر پر چلیں، جہاں ہم نے قرآنی آیات کو تصویری شکل میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے جو آپ کے ذہن پر چسپا ہو کر دل پر گہر اثر چھوڑتی ہیں، سوچ کی چنگاری کو بھڑکاتی ہیں اور اس مقدس کتاب سے ایک ہمیشہ رہنے والا محبت کا تعلق قائم کرتی ہیں۔

”فَإِنَّ قَرِيبَ“ کی انگلی تھام کر اس سفر کا آغاز کریں اور اللہ کی قربت کو محسوس کریں۔

فہرست

4	تعارف.....
6	دعائی قبولیت کے اوقات
6	رات کی گھرائی میں تہجد کی نماز کا وقت
6	اذان اور اقامت کے درمیان ...
6	نماز کا آخری تشهد (یعنی سلام پھیرنے سے پہلے)
7	سجدے میں دعا
7	روزے میں دعا
8	جمعہ کے روز ایک مقررہ وقت
8	مرغ کی بانگ کی آواز
10	دعا کے آداب
10	توحید.....
10	اسماء الحسنی
11	حمد و شکر اور درود
11	ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا
12	عاجزی اور انکساری
12	دعا میں استقامت
14	سورۃ الفاتحہ

14	ہدایت کی سب سے موثر دعا.....
16	سورۃ الفاتحہ کا دم
17	سورۃ البقرۃ
17	غصے اور جہالت سے پناہ
18	اپنے شہر کی سلامتی کی دعا.....
19	نیک اعمال کی قبولیت
21	جب کوئی مصیبت / مشکل آپڑے
23	دینی اور آخرت کی بھلائی
26	صبر کی دعا
29	آیت الکرسی
31	آسمان آزمائش کی دعا
33	سورۃ ال عمران
33	استقامت کی دعا
34	جنت کے لوگوں کی دعا (استغفار)
35	بیٹیوں کی حفاظت کی دعا
36	نیک اولاد کے لیے دعا
37	استغفار کے فوائد
40	ہمیں اللہ ہی کافی ہے
41	ہم ایمان لائے

44	سورۃ النساء
44	مظلوم مسلمانوں کی دعا
47	سورۃ الاعراف
47	تاریخ کی پہلی توبہ
48	مشکل حالات میں صبر
50	سورۃ توبہ
50	اللہ ہمارے ساتھ ہے
52	سورۃ حود
52	سفر کی دعا
54	بنی اسرائیل کے مانگنا
57	سورۃ یوسف
57	شدید دکھ میں
58	حافظت کی دعا
61	اللہ ہی میراولی ہے
64	سورۃ ابراہیم
64	لوگوں کے دلوں میں آپکی اولاد کی محبت
65	نماز میں استقامت
67	سورۃ الاسراء
67	والدین کے لیے دعا

69	نئی جگہ داخل ہونے کی دعا
71	سورۃ الکھف
71	اللہ تعالیٰ کا رحم
73	انشاء اللہ
74	ماشاء اللہ
76	سورۃ طہ
76	کلام میں فصاحت
77	علم کے لیے دعا
80	سورۃ الانبیاء
80	شفا کی دعا
83	حضرت یونس علیہ سلام کی دعا
85	طلب اولاد کی دعا
87	سورۃ المؤمنون
87	شیطان سے پناہ کی دعا
90	جلتے ہوئے انگارے
92	سورۃ الفرقان
92	عبد الرحمن کی دعا
94	شریک حیات اور اولاد کے لیے دعا
96	سورۃ الشعراء

96	میرا رب میرے ساتھ ہے
98	حکمت اور نیک صحبت
101	آنے والی نسلوں میں نیک نامی
103	جنت کی دعا
104	جہنم کی رسوانی
106	سورۃ نمل
106	شکر کی توفیق
107	شکر کی آزمائش
109	سورۃ القصص
109	حضرت موسیٰ کی توبہ
110	میرے رب ! میں محتاج ہوں
112	سورۃ مومن
112	اللہ کے سپرد
113	سورۃ انز خرف
113	سواری پر بیٹھنے کی دعا
114	سورۃ الاحقاف
114	چالیس سال کی عمر کی دعا
117	سورۃ القمر
117	مد---!

119.....	سورۃ الحشر ..
119.....	اہل ایمان کے لیے کدروت ..
121	سورۃ التحریم ..
121	نور کامل ..
123.....	جنت میں گھر ..
124.....	الْمَعْوَذُ تَيْنِ ..
124.....	شیطان، بری نظر اور جادو ..
125.....	سونے سے پہلے ..
125.....	شفاء کے لیے ..
126.....	فرض نماز کے بعد ..
126.....	صبح اور شام کے اذکار ..

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُلَيْمَانٌ

١٤٢٠

تعارف

قرآن مخصوص دلوں کی روشنی، گمراہوں کے لیے ہدایت اور مومنوں کے لیے رحمت ہے۔ قرآن ہمارے لیے وہ مجزہ ہے جو ہم اپنی زندگیوں میں ہر روز محسوس کر سکتے ہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: "ہر بُنیٰ کو ایسے ایسے مجذبات عطا کئے گئے کہ (انہیں دیکھ کر لوگ) ان پر ایمان لائے (بعد کے زمانے میں ان کا کوئی اثر نہیں رہا) اور مجھے جو مجذہ دیا گیا ہے وہ وحی (قرآن) ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل کی ہے۔ (اس کا اثر قیامت تک باقی رہے گا) اس لیے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے تابع فرمان لوگ دوسرے پیغمبروں کے تابع فرمانوں سے زیادہ ہوں گے" (صحیح البخاری: 4981)

ہمیں قرآن اور حدیث سے پتا چلتا ہے کہ قرآن نہ صرف ایک مجذہ ہے بلکہ ہماری روحانی، نفسیاتی اور جسمانی بیماریوں کا علاج بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ یونس میں فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَشَفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں میں جو بیماریاں ہیں ان کے لیے شفا ہے اور رہنمائی کرنے والی ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کے لیے (سورۃ یونس: 57)

ایک اور جگہ سورۃ الاسراء میں آتا ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شَفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ۖ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا

یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لئے تو سراسر شفا اور رحمت ہے۔ البته ظالموں کے حصے میں اس سے نقصان کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہیں ہوتا (سورۃ الاسراء: 82)

اس کتاب کا مقصد قرآن کریم میں موجود دعاؤں اور اذکار پر توجہ مرکوز کرنا ہے۔ ان دعاوں کی خاص اہمیت اس لیے ہے کہ یہ ہمیں خود ہمارے خالق، ہمارے رب نے سکھائی ہیں۔ دعا کا قبول کرنے والا اگر خود دعا کا سلیقہ سکھائے تو اس سے بہتر دعا کیا ہو گی۔ سب سے پہلے دعا کی طاقت کو سمجھتے ہیں۔ سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلَيَسْتَجِيبُوا لِي
وَلِيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ

جب میرے بندے میرے بارے میں آپ ﷺ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں، ہر پکار کا، جب کبھی وہ مجھے پکارے، جواب دیتا ہوں، اس لئے لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں، تاکہ وہ راہ راست پر آ جائیں۔ (سورہ البقرۃ: 186)

اس آیت میں اللہ ہمیں اپنی قربت کا احساس دلاتا ہے، ہمیں یقین دلاتا ہے کہ وہ ہماری دعا کا جواب دے گا، "جب بھی" ہم اسے پکاریں۔ دنیا کے معاملات دیکھیں تو یہاں کسی بھی صاحب اختیار کے ساتھ ملاقات کرنا، یا اس تک اپنے مسائل پہنچانا بہت ہی مشکل ہے۔ اگر یہ موقع مل بھی جائے تو کیا یہ ممکن ہے کہ وہ شخص آپ کی بات سننے کے انتظار میں ہو، توجہ سے سنے اور جواب بھی دے؟ لیکن اللہ سبحان و تعالیٰ، جو تمام جہانوں کا رب، بادشاہ اور زمین و آسمان کا مالک ہے، وہ آپ کے میں انتظار ہے۔ مانگیں! جو بھی اور جب بھی وہ جواب دے گا۔ سبحان اللہ، اور کون ہے ایسا سننے والا؟

وَقَالَ رَبُّكُمْ أَذْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ
دَاخْرِيَنَ

تمہارے رب نے کہا، تم مجھے پکارو، میں تمہاری پکار کا جواب دوں گا، جو لوگ گھمنڈ میں آکر میری عبادت سے مُنہ موڑتے ہیں، ضرور وہ ذلیل و خوار ہو کر جسم میں داخل ہوں گے۔ (سورہ غافر: 60)

ہمارے نبی پاک ﷺ نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:



"دعا ہی عبادت ہے، پھر آپ نے آیت پڑھی: « وَقَالَ رَبُّكُمْ أَذْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخْرِيَنَ » (جامع الترمذی: 3372، صحیح)

سلمان الفارسی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :



تمہارا رب بہت باحیاء اور کریم (کرم والا) ہے، جب اس کا بندہ اس کے سامنے اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے تو انہیں غالی لوٹاتے ہوئے اسے اپنے بندے سے شرم آتی ہے (سنن ابی داؤد: 1488، صحیح)

اس لیے دعا مانگیے! چاہے آپ کی ضرورت جتنی بھی چھوٹی اور معمولی ہو یا پھر کتنی ہی بڑی اور ناممکن لگے۔ مانگیے! کیونکہ اللہ ﷺ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ جواب دے گا اور دعا قبول کرے گا۔

دعا کی قبولیت کے اوقات

ویسے تو دعا ہر وقت کی جا سکتی ہے لیکن ہمارے نبی کریم ﷺ نے قبولیت کے چند خاص اوقات بتائے ہیں:

رات کی گھرائی میں تہجد کی نماز کا وقت

سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:



ہمارا پورا دگار بلند برکت والا ہے، ہر رات کو اس وقت آسمان دنیا پر آتا ہے جب رات کا آخری تہائی حصہ رہ جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کوئی مجھ سے دعا کرنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کوئی مجھ سے مانگنے والا ہے کہ میں اسے دوں، کوئی مجھ سے بخشش طلب کرنے والا ہے کہ میں اس کو بخش دوں۔

(صحیح البخاری: 1145)

اذان اور اقامت کے درمیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔



اذان اور اقامت کے درمیان دعا رد نہیں کی جاتی۔ (سنن ابو داؤد: 521، صحیح)

نماز کا آخری تشهد (یعنی سلام پھیرنے سے پہلے)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :



جب تم میں سے کوئی تشهد پڑھے، تو وہ چار چیزوں سے اللہ کی پناہ چاہے: جہنم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، زندگی اور موت کے فتنے سے، اور مسکن دجال کے شر سے، پھر وہ اپنے لیے جو جی چاہے دعا کرے۔

(سنن النسائی: 1311، صحیح)

چند اور روایات میں ہمیں اس دعا کے الفاظ بھی ملتے ہیں:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمِ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمُحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ
فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ



اے اللہ! میں عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، جہنم کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں، زندگی اور موت کی آزمائش سے
تیری پناہ مانگتا ہوں، اور مسیح دجال کی آزمائش سے (بھی) تیری پناہ مانگتا ہوں

(سنن النسائي: 2062، صحیح)

سجدے میں دعا

سجدہ، بندے کا اپنے رب کے حضور انتہائی عقیدت، عاجزی اور قربت کا اظہار ہے۔ ایک شخص اللہ تعالیٰ کی عظمت کے مقابلے میں اپنی کمزوری کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی پیشانی زمین پر رکھتا ہے۔ اس حالت میں انسان اپنے دل کے تمام راز، تمنائیں، امکنیں اور امیدیں اللہ کو بتا کر، اپنے دل کا بو جھ ہلاکرتا ہے۔ سجدے کی حالت میں زمین میں کی گئی سرگوشیاں، آسمانوں میں گونجتی ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:



بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب اس حالت میں ہوتا ہے جب وہ سجدے میں ہو، لہذا اس میں کثرت سے دعا کرو۔

(صحیح مسلم: 482)

روزے میں دعا

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :



روزہ دار کی دعا افطار کے وقت رد نہیں کی جاتی (ابن ماجہ: 1753، حسن)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :



تین لوگ ہیں جن کی دعا رد نہیں ہوتی: ایک روزہ دار کی جب تک کہ روزہ نہ کھول لے، (دوسرے) امام عادل، (تیسرا) مظلوم کی

(جامع الترمذی: 3598، حسن)

جمعہ کے روز ایک مقررہ وقت

ابوہریرہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کا ذکر کیا اور فرمایا:



اس دن ایک ایسی گھری آتی ہے جس میں اگر کوئی مسلمان بندہ کھڑا نماز پڑھ رہا ہو اور کوئی چیز اللہ پاک سے مانگے تو اللہ پاک اسے وہ چیز ضرور دیتا ہے۔ ہاتھ کے اشارے سے آپ نے بتایا کہ وہ ساعت بہت تھوڑی سی ہے۔

(صحیح البخاری: 935)

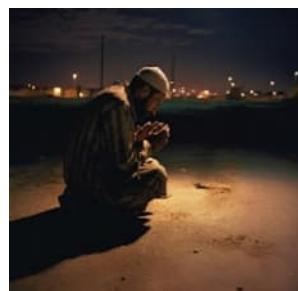
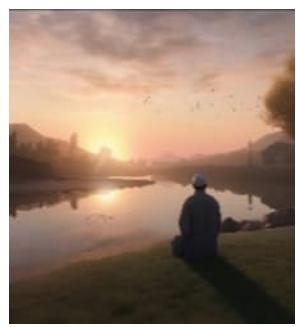
مرغ کی بانگ کی آواز

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا :



"جب مرغ کی بانگ سنو تو اللہ سے اس کے فضل کا سوال کیا کرو، کیونکہ اس (مرغ) نے فرشتے کو دیکھا ہے اور جب گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ اس (گدھے) نے شیطان کو دیکھا ہے"۔

(صحیح البخاری: 3303)



دعا کے آداب

توحید

دعا کے آداب میں سب سے پہلی اور اہم چیز ہے کہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے مانگ جائے اور اللہ کے ساتھ کسی کو شامل ناکیا جائے۔ دعا کی قبولیت کی شرط یہی ہے کہ مانگنے والا کسی بھی قسم کے ویلے، واسطے یا سفارش کے بغیر اپنے رب سے مانگے۔ جب دینے والا آپ کی شاہرگل سے بھی قریب ہے تو مانگنے والا بھی پوری امید واحد اللہ کی ذات سے جوڑے اور اس دعا کے خوبصورت رشتے میں کسی کو شریک نہ کرے۔

آپ ان سے کہیے کہ اچھا یہ تو بتاؤ تم اللہ کو چھوڑ کر جن کو پکارتے ہو اگر اللہ تعالیٰ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو کیا یہ اس کے نقصان کو ہٹا سکتے ہیں؟ یا اللہ تعالیٰ مجھ پر مہربانی کا ارادہ کرے تو کیا یہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟ آپ کہہ دیں کہ اللہ مجھے کافی ہے، توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں (سورۃ الزمر: 38)

اسماء الحسنی

اللہ تعالیٰ کو اس کے خوبصورت ناموں سے پکارا جائے۔

وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى فَادْعُوهُ هُنَا

اور اسماء حسنی (اچھے اچھے نام) اللہ ہی کے لیے ہیں، لہذا اس کو انہی سے پکارا کرو (الاعراف: 180)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (مسجد میں) بیٹھا ہوا تھا

ایک آدمی کھڑا نماز پڑھ رہا تھا، جب اس نے رکوع اور سجده کر لیا، اور تشهد سے فارغ ہو گیا، تو اس نے دعا کی، اور اپنی دعائیں اس نے کہا:
 اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّ لَكَ الْحَمْدَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْمَنَانُ بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ يَا
 حَمْدُكَ يَا قَيُّومُ إِنِّي أَسْأَلُكَ

"اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اس لیے کہ نیرے ہی لیے تمام تعریفیں ہیں، نہیں ہے کوئی معبد برحق سوائے تیرے، تو بہت احسان کرنے والا ہے، تو ہی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے اور وجود میں لانے والا ہے، اے عظمت و جلال اور احسان والے، ہمیشہ زندہ رہنے والے اور سب کو تھامنے والے! میں تجھی سے مانگتا ہوں" یہ سنا تو نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ سے کہا: تم جانتے ہو اس نے کتنے لفظوں سے دعا کی ہے؟

انہوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "فُقْمَ هِيَ إِذَا سَأَلَنَّاهُ عَنْ أَنَّمَا يَعْلَمُ فَهُوَ بِهِ أَعْلَمُ" میری جان ہے، اس نے اللہ سے اس کے اسم اعظم کے ذریعہ دعا کی ہے جس کے ذریعہ جب دعا کی جاتی ہے تو وہ قبول کرتا ہے، اور جب اس کے ذریعہ سے مانگا جاتا ہے تو وہ دیتا ہے۔"

(سنن النسائی: 1301، صحیح)

حمد و شکر اور درود

فضلالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہم لوگوں کے ساتھ (مسجد میں) تشریف فرماتھے:



اس وقت ایک شخص مسجد میں آیا، اس نے نماز پڑھی، اور یہ دعا کی: "اے اللہ! میری مغفرت کر دے اور مجھ پر حم فرماء، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے نمازی! تو نے جلدی کی، جب تو نماز پڑھ کر بیٹھے تو اللہ کے شایان شان اس کی حمد بیان کر اور پھر مجھ پر صلاة (درود) بھیج، پھر اللہ سے دعا کر" ، کہتے ہیں: اس کے بعد پھر ایک اور شخص نے نماز پڑھی، اس نے اللہ کی حمد بیان کی اور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اے نمازی! دعا کر، تیری دعا قبول کی جائے گی"

(جامع الترمذی: 3476، حسن)

ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

حضرپاک ﷺ کی سنت سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگا کرتے تھے۔ بدرا کے موقع پر جب آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے مقابلے میں دشمن کی تعداد دیکھی تو آپ ﷺ قبلہ رخ ہوئے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے لگے۔ "یا اللہ! مجھ سے کیا ہو اونہ پورا فرماء، یا اللہ! مجھے دیا ہو اعہد و پیمان مکمل فرماء، یا اللہ اگر تو نے تھوڑے سے مسلمانوں کا خاتمه کر دیا تو زمین پر کوئی عبادت کرنے والا نہ ہوگا" آپ ہاتھ اٹھا کر مسلسل دعا کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کے کندھوں کی چادر گر گئی۔

مالک بن یمار سکونی عوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:



جب تم اللہ سے مانگو تو اپنی سید ہی ہتھیلیوں سے مانگو اور ان کی پشت سے نہ مانگو

(سنن ابو داؤد: 1486، حسن)

عاجزی اور اغفاری

اللہ تعالیٰ ہمیں خود قرآن کریم میں بتاتا ہے کہ اسے کیسی دعائیں پسند ہیں:

ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً

پکارو اپنے رب کو گڑا کر اور چیک چیکے (الاعراف: 55)

وَأَذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً وَدُونَ أَجْهَرٍ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَأَكَاصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنْ
الْغَافِلِينَ

اور اے شخص! اپنے رب کو صبح اور شام یاد کیا کر اپنے دل میں گڑا کر (عاجزی کے ساتھ) اور خوف کے ساتھ اور آواز کو بلند کیے بغیر (ہلکی آواز کے ساتھ) اور ایسے لوگوں میں شامل نہ ہو جانا جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں (الاعراف: 205)

دعا میں استقامت

اجکل کی تیز رفتار دنیا میں انسان بھی بے صبرا ہو چکا ہے۔ چند ایک بار ہی دعا کر کے گھبر اجا تا ہے کہ دعا قبول کیوں نہیں ہوئی؟ مایوس ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ یقین کریں یہی مایوسی اور اللہ سبحان و تعالیٰ سے بد گمانی ہے جو اکثر دعا کی قبولیت کے اگرے آتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:



”تم میں سے ہر شخص کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک وہ جلد بازی نہ کرے اور یہ (نہ) کہے: میں نے اپنے رب سے دعا کی تو اس نے مجھے میری دعا کا جواب نہیں دیا (میری دعا قبول نہیں کی)“ (صحیح مسلم: 6935)

یاد رکھیے مسلمان کی کوئی دعا رایگان نہیں جاتی۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:



زمین پر کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں ہے جو گناہ اور قطع رحمی کی دعا کو چھوڑ کر کوئی بھی دعا کرتا ہو اور اللہ اسے وہ چیز نہ دے، یا اس کے بد لے اس کے برابر کی اس کی کوئی برائی (کوئی مصیبت) دور نہ کر دے۔ اس پر ایک شخص نے کہا: تب تو ہم خوب (بہت) دعائیں مانگا کریں گے، آپ نے فرمایا: ”اللہ اس سے بھی زیادہ دینے والا ہے“

(جامع الترمذی: 3573، حسن)



ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ
[40:60]



ہدایت کی سب سے موثر دعا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ إِلَيْكَ نَعْبُدُ وَإِلَيْكَ نَسْتَعِينُ اهْدِنَا الصِّرَاطَ
الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَثْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ

شروع اللہ کے نام سے جو براہم بران نہایت رحم والا ہے

سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ براہم بران نہایت رحم کرنے والا۔ بدلتے کے دن (یعنی قیامت) کا مالک ہے۔ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجوہ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ ہماری سید ہی (اور سچی) راہ کی طرف ہدایت فرماء۔ ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا، ان کی نہیں جن پر غصب کیا گیا (یعنی وہ لوگ جنہوں نے حق کو پہچانا، مگر اس پر عمل پیرا نہیں ہوئے) اور نہ گمراہوں کی (یعنی وہ لوگ جو جہالت کے سبب راہ حق سے بھٹک گئے)

سورہ فاتحہ سب سے زیادہ پڑھی جانے والی دعا ہے۔ ہم ہر روز پانچ وقت نماز کی ہر رکعت میں یہ دعا پڑھتے ہیں، اور سورہ فاتحہ نماز کارکن ہے۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس شخص نے سورہ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہوئی (صحیح البخاری: 756)

یہ پہلی دعا ہے جو اللہ ﷺ نے قرآن کریم میں ہمیں سکھائی ہے سورۃ الحجر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ ءاَتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْفُرْقَةَ اَنَّ الْعَظِيمَ

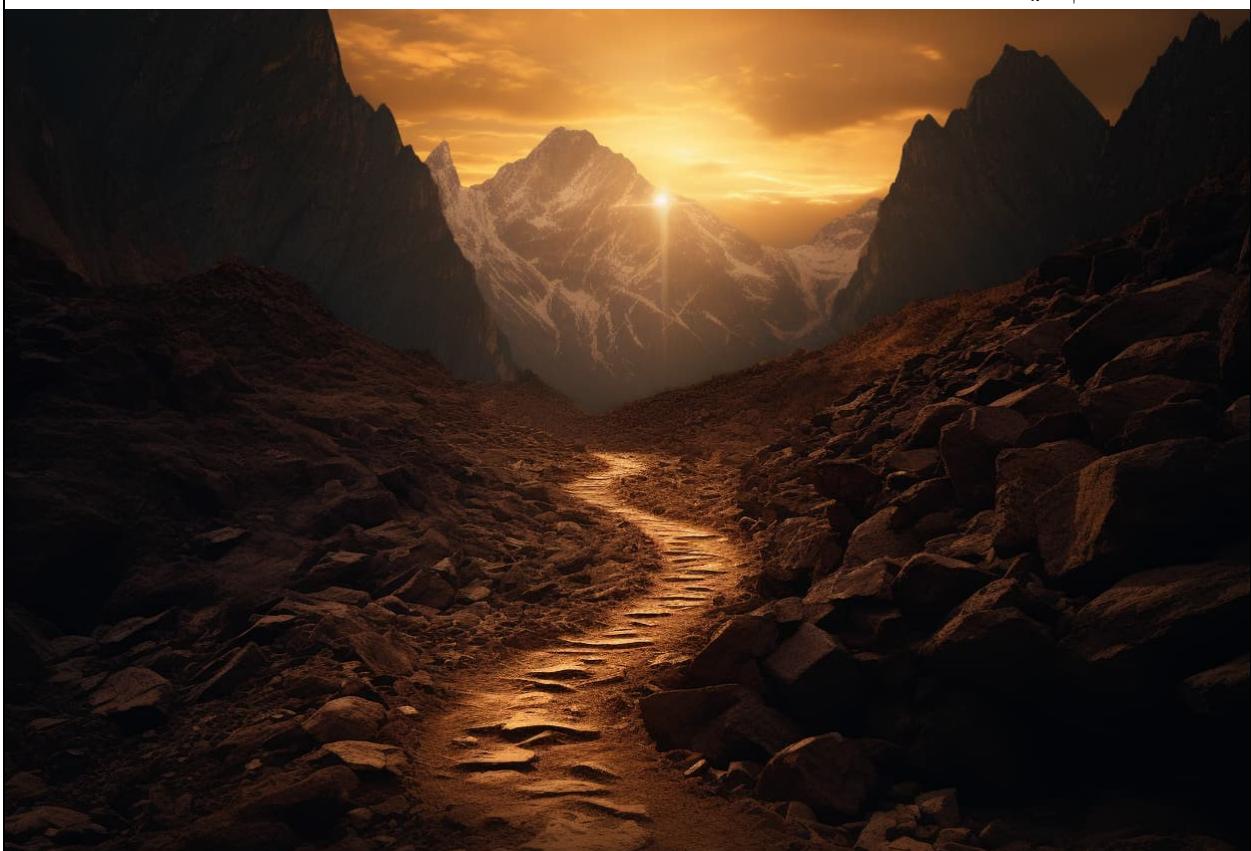
اور ہم نے آپ کو دی ہیں سات بار بار پڑھی جانے والی آیات اور عظمت والقرآن (سورہ الحجر: 87)

ابو ہمیرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

ام القرآن (یعنی سورہ فاتحہ) ہی سبع مثالی اور قرآن عظیم ہے۔ (صحیح البخاری: 4704)

اسی لیے سورۃ الفاتحہ کو "ام القرآن" بھی کہا جاتا ہے۔ سورۃ الفاتحہ میں ہم اللہ سبحان و تعالیٰ سے ہدایت مانگتے ہیں سیدھے راستے کی طرف۔ دیکھا جائے تو انسان عام طور پر منزل کی طرف ہدایت مانگتا ہے۔ پھر ہم راستے کی طرف ہدایت کیوں مانگتے ہیں شاید اس لیے کہ ہمارے دین میں یہ راستہ ہی منزل ہے، جو انسان اس راستے پر آگیا وہ کامیاب ہے۔ اب چاہے آپ اس راستے پر آگے ہیں یا پیچھے، تیز چل رہے ہیں یا آہستہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں آپ ہدایت پر ہیں۔ انسان کا اصل چیلنج اس راستے پر آنا اور اپنی آخری سانس تک اس راستے پر قائم رہنا ہے اور اسی لیے ہم اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہیں۔

ہمیں ہر نماز کی ہر رکعت میں اس خوبصورت دعا کے زریعے دل کی گھر ائی اور عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے رہنمائی طلب کرنی چاہیے۔ کیونکہ سورۃ الفاتحہ آپ کی زندگی بدل سکتی ہے اور آپ کو ان لوگوں کی فہرست میں شامل کرنے کی طاقت رکھتی ہے جن پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس دنیا اور آخرت میں انعام فرمایا۔



اَهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ [1:6]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے نماز اپنے اور اپنے بندے کے درمیان آدمی آدمی تقسیم کی ہے اور میرے بندے نے جو مانگا، اس کا ہے۔ جب بندہ (الحمد للہ رب العالمین) کہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری تعریف کی۔ اور جب وہ کہتا ہے: (الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ) تو اللہ

تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری شایان کی۔ پھر جب وہ کہتا ہے: (مالك یوم الدین)۔ تو (اللہ) فرماتا ہے: میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔ اور ایک دفعہ فرمایا: میرے بندے نے (اپنے معاملات) میرے سپرد کر دیے۔ پھر جب وہ کہتا ہے: (ایاک نعبد و ایاک نستعین)، تو (اللہ) فرماتا ہے: یہ (حصہ) میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے نے جو مانگا، اس کا ہے اور جب وہ کہتا ہے: (إِنَّا نَصَارَاطِ الْمُتَقِيمِ صِرَاطَ الَّذِينَ إِنْعَمْ عَلَيْهِمْ غَيْرَ المُغْضوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ) (تو (اللہ) فرماتا ہے: یہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کا ہے جو اس نے مانگا) (صحیح مسلم: 878)

اگر ہم پانچ وقت نماز پڑھیں اور ہر رکعت میں پچھے دل سے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں "إِنَّا نَصَارَاطِ الْمُتَقِيمِ" تو یہ ممکن ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہدایت نہ عطا فرمائے۔ یقیناً ہمارے مانگنے میں کچھ کی ہے۔ اگلی دفعہ جب سورۃ الفاتحہ پڑھیں تو اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر ہدایت مانگیں، اس دعا کی طاقت کو سمجھ کر اللہ سے ہدایت مانگیں کہ اللہ ہمیں صراطِ المستقیم پر چلنے اور اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں ان لوگوں میں شامل فرمادے جن پر اس نے انعام فرمایا۔ آمین

سورہ الفاتحہ کا دم

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کے کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم سفر میں تھے۔ دوران سفر میں وہ عرب کے ایک قبیلہ پر اترے۔ صحابہ نے چاہا کہ قبیلے والے انہیں اپنا مہمان بنالیں، لیکن انہوں نے مہمان نوازی نہیں کی، بلکہ صاف انکار کر دیا۔ اتفاق سے اسی قبیلہ کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا، قبیلے والوں نے ہر طرح کی کوشش کر ڈالی، لیکن ان کا سردار اچھا نہ ہوا۔ ان کے کسی آدمی نے کہا کہ چلو ان لوگوں سے بھی پوچھیں جو یہاں آ کر اترے ہیں۔ ممکن ہے کوئی دم جھاٹنے کی چیزان کے پاس ہو۔ چنانچہ قبیلے والے ان کے پاس آئے اور کہا کہ بھائیو! ہمارے سردار کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ اس کے لیے ہم نے ہر قسم کی کوشش کر ڈالی لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ کیا تمہارے پاس کوئی چیز دم کرنے کی ہے؟ ایک صحابی نے کہا کہ قسم اللہ کی میں اسے جھاڑ دوں گا لیکن ہم نے تم سے میزبانی کے لیے کہا تھا اور تم نے اس سے انکار کر دیا۔ اس لیے اب میں بھی اجرت کے بغیر نہیں جھاڑ سکتا، آخر بکریوں کے ایک گلے پر ان کا معاملہ ہے ہوا۔ وہ صحابی وہاں گئے اور «الحمد للہ رب العالمین» پڑھ پڑھ کر دم کیا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے کسی کی رسی کھول دی گئی ہو۔ وہ سردار اٹھ کر چلنے لگا، تکلیف و درد کا نام و نشان بھی باقی نہیں تھا۔ بیان کیا کہ پھر انہوں نے طے شدہ اجرت صحابہ کو ادا کر دی۔ کسی نے کہا کہ اسے تقسیم کر لو، لیکن جنہوں نے جھاڑ اٹھا، وہ بولے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پہلے ہم آپ ﷺ سے اس کا ذکر کر لیں۔ اس کے بعد دیکھیں گے کہ آپ ﷺ کیا حکم دیتے ہیں۔ چنانچہ سب حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ سورۃ الفاتحہ بھی ایک رقیہ (دم) ہے؟ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ "تم نے ٹھیک کیا۔ اسے تقسیم کر لوا اور ایک میرا حصہ بھی لگاؤ" یہ فرمाकر رسول اللہ ﷺ نہیں پڑے

(صحیح البخاری: 2276)



اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سورۃ الفاتحہ صرف ہدایت کی دعا ہی نہیں بلکہ ہماری جسمانی اور روحانی بیاریوں کے لیے دم بھی ہے۔

سورة البقرة

غصے اور جہالت سے پناہ

أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ

میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں

حضرت موسیٰ علیہ سلام کے زمانے میں بنی اسرائیل میں ایک بہت امیر شخص تھا، جس کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ دولت حاصل کرنے کی خاطر اس کے بھتیجے نے اسے قتل کر دیا اور لاش کسی اور شخص کی دہنیز پر چھوڑ دی۔ اس کی وجہ سے زبردست فتنہ پھیل گیا اور لوگ آپس میں لڑنے لگے۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رائے لینے کے لیے ان کے پاس پہنچے۔ حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کو بتایا کہ اللہ ﷺ نے انہیں گائے کوڑج کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس پر ان کی قوم نے کہا، "کیا تم ہمارا مذاق اڑا رہے ہو؟" اس موقع پر حضرت موسیٰ نے مذکورہ بالادعا کی۔

حضرت موسیٰ نے اس موقع پر یہ دعا اس لیے مانگی کیونکہ وہ ان لوگوں میں شامل ہونے سے اللہ کی پناہ مانگنا چاہتے تھے، جو اللہ ﷺ کے احکام کا مذاق اڑاتے ہیں۔ انہیں یہ ڈر بھی تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ان جاہل لوگوں کی بات سن کر غصے میں اپنے جذبات پر قابو کھو بلیھیں۔

عربی زبان میں جاہل ایسے شخص کو کہتے ہیں جو عقل اور سمجھ استعمال کیے بغیر اپنی خواہشات اور جذبات کا غلام ہو۔ ہمیں حضرت موسیٰ علیہ سلام کے اس عمل سے یہ سبق سیکھنا چاہیے کہ جب بھی ہمیں (معاشرے میں یا اپنی ذاتی زندگی میں) کوئی جہالت نظر آئے یا ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑے جہاں لوگ ہمیں غصہ دلارہے ہوں اور ہمارے صبر کو آزار رہے ہوں تو ہمیں اللہ کی پناہ مانگی چاہئے۔ ایک جاہل شخص کا عمل اس کے جذبات کے تابع ہوتا ہے، لیکن ایک دانا شخص اپنے جذبات کو عقل کی رسی ڈالنا جانتا ہے۔ ہمارے بنی پاک ﷺ نے بھی ہمیں غصے سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ



ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے آپ کوئی نصیحت فرمادیجیے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "غصہ نہ کیا کرو۔" اس نے کئی مرتبہ یہ سوال کیا اور نبی کریم ﷺ نے یہی فرمایا کہ "غصہ نہ کیا کرو" (صحیح البخاری: 6116)

ایک اور روایت کے مطابق سلیمان بن صدر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ:

دو آدمی آپس میں گالی گلوچ کر رہے تھے کہ ایک شخص کامنہ سرخ ہو گیا اور گردن کی رگیں پھول گئیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ **أَعُوذُ باللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ** پڑھ لے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا۔ (صحیح البخاری: 3282)

اپنے شہر کی سلامتی کی دعا



رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَأَرْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الشَّرَّاتِ

اے میرے رب! تو اس جگہ کو امن والا شہر بناؤ اور یہاں کے رہنے والوں کو (ہر قسم کے) بچلوں کا رزق عطا فرماء

حضرت ابراہیم علیہ سلام کو اللہ سبحان و تعالیٰ نے بیان صحرائیں خانہ کعبہ بنانے کا حکم دیا۔ اس جگہ پر نہ کوئی آبادی تھی اور نہ ہی رزق کمانے کے ذرائع۔ اس وقت مکہ مکرہ کا نام "بکہ" تھا:

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لِلَّهِ يِبْكَهُ مُبَارَّاً وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ

پہلا گھر جو لوگوں (کے عبادت کرنے) کے لیے مقرر کیا گیا تھا ہی ہے جو بکہ (مکہ) میں ہے با برکت اور تمام قوموں کے لیے موجب ہدایت ہے (سورۃآل عمران: 96)

اس موقع پر حضرت ابراہیم علیہ سلام نے مکہ مکرہ کے لئے یہ دعا کی۔ اللہ ﷺ نے اس دعا میں اتنی برکت ڈال دی کہ ہزاروں سال گزرنے کے بعد آج بھی مکہ مکرہ مکینوں اور زائرین کے لئے امن کا ٹھکانہ ہے۔



إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لِلَّهِ يِبْكَهُ [3:96]

ایک اور دعا ہمیں سورۃ ابراہیم میں ملتی ہے:

رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْتَنِبِي وَبَنِي أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ

"اے میرے پروردگار! اس شہر کو امن والا بنادے، اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے پناہ دے۔" (سورۃ ابراہیم: 35)

اللہ نے نکہ مکرمہ کو قیامت تک کے لیے ایک مقدس شہر بنادیا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یہ وہ شہر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اسی دن سے محترم قرار دیا ہے جس دن اس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا، المذاہی اللہ کی حرمت کے سبب سے قیامت تک حرمت والار ہے گا، نہ اس کی کائنے دار جھاڑیاں کافی جائیں گی، نہ اس کے شکار بدکائے جائیں گے، نہ بیہاں کی کوئی گرفتاری پڑی چیز اٹھائے گا سوائے اس شخص کے جو اس کی پہچان کرائے اور نہ بیہاں کی ہری شاخ کافی جائے گی" (سنن نسائی: 2877، صحیح)

ہم میں سے بہت سے لوگوں اپنے شہروں کی امن و سلامتی کی دعا کو اہمیت نہیں دیتے۔ جبکہ ہم جانتے ہیں کہ ہمارے بہت سے مسلمان بہن بھائی مستقل کئی سالوں سے جنگ اور خوف کے عالم میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہمیں بھی حضرت ابراہیم کی اس بابرکت دعا کو اپنے شہروں کی حفاظت اور رزق کی فراوانی کے لئے ضرور پڑھنا چاہیے۔

نیک اعمال کی قبولیت



رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۝ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

اے ہمارے رب! تو ہم سے (یہ خدمت) قبول فرماء، تو ہی سننے والا اور جانے والا ہے

اللہ کا گھر تعمیر کرنا ایک بہت بڑا اعزاز ہے اور انسانی تاریخ کی ایک بہت بڑی نیکی ہے۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ سلام اور آپ کے میئے حضرت اسماعیل علیہ سلام کی عاجزی اور تقویٰ اس دعا سے واضح ہے۔ انہوں نے یہ دعا اس وقت کی جب وہ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے۔ اس عظیم کام کو انجام دیتے وقت ان کی واحد فکر اس نیکی کی قبولیت تھی۔ یاد رکھیے ہمارے اعمال کتنے اچھے ہی کیوں نہ ہوں، ان کی کوئی قیمت جب تک کہ انہیں ہمارے رب نے قبول نہ کیا۔ اللہ پاک نے سورۃ الفرقان میں گنہگاروں کے اعمال کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہا ہے

اور انہوں نے (دنیا میں) جو اعمال کیے ہیں، ہم ان کا فیصلہ کرنے پر آئیں گے تو انہیں فضائل بکھرے ہوئے گرد و غبار (کی طرح بے قیمت) بنا دیں گے (سورۃ الفرقان: 23)

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ ﷺ ہمیں ایسے لوگوں میں شامل ناکرے جن کے اعمال آخرت کے روز ضائع کر دیے جائیں گے۔ ثواب ان رضی اللہ عنہ کبته ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"میں اپنی امت میں سے ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو قیامت کے دن تہامہ کے پہاڑوں کے برابر نیکیاں لے کر آئیں گے، اللہ تعالیٰ ان کو فضا میں اڑتے ہوئے ذرے کی طرح بنادے گا" ، ثواب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "اللہ کے رسول! ان لوگوں کا حال ہم سے بیان فرمائیے اور کھول کر بیان فرمائیے تاکہ لا علمی اور جہالت کی وجہ سے ہم ان میں سے نہ ہو جائیں" ، آپ ﷺ نے فرمایا: "جان لو کہ وہ تمہارے بھائیوں میں سے ہی ہیں، اور تمہاری قوم میں سے ہیں، وہ بھی راتوں کو اسی طرح عبادت کریں گے، جیسے تم عبادت کرتے ہو، لیکن وہ ایسے لوگ ہیں کہ جب تہائی میں ہوں گے تو حرام کاموں کا رنگاب کریں گے" (سنن ابن ماجہ: 4245، حسن)



فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنْثُورًا [25:23]

صحابہ کرام کے تقوی کا یہ عالم تھا کہ پہلے تو اپنے اعمال کو خوب سے خوب تربانے کی کاوش میں جتے رہتے، پھر اس کے بعد، انہیں اپنے عمل کی قبولیت پر بڑی فکر ہوا کرتی، ان کا تقوی ہی ان کے اعمال کی خوبصورتی کی وجہ تھا اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

اللہ تعالیٰ تقوی والوں کا ہی عمل قبول کرتا ہے (سورہ المائدہ: 27)

علماء کرام کے مطابق کسی بھی عمل کی قبولیت کی دو شرائط ہیں:

۱۔ عمل مخلص ہو، خاص اللہ کی خوشنودی اور رضا کے لیے کیا جائے اور اس میں کسی قسم کا کوئی دنیادی فائدہ شامل نہ ہو۔ خالص نیت کے ساتھ انجام دیے گئے اعمال، اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پیارے ہیں۔ الہذا، جب بھی ہم نیک کام انجام دیتے ہیں، چاہے وہ رات کے تہائی میں ہو یا دن کے مجمع میں، ہمیں اپنے دل اور اپنی نیتوں پر ہمیشہ نظر رکھنی چاہئے اور اپنے آپ کو یاد دلاتے رہنا چاہئے کہ ہم یہ کام کس کے لئے کر رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

عمل نیت ہی سے صحیح ہوتے ہیں (یا نیت ہی کے مطابق ان کا بدلا ملتا ہے) اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جو نیت کرے گا۔ پس جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے لیے ہجرت کرے اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی اور جو کوئی دنیا کمانے کے لیے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لیے ہجرت کرے گا تو اس کی ہجرت ان ہی کاموں کے لیے ہوگی۔ (صحیح البخاری: 54)

۲۔ عمل کی قبولیت کی دوسری شرط یہ ہے کہ عمل قرآن اور سنت کے مطابق ہو۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

جس نے ہمارے دین میں از خود کوئی ایسی چیز نکالی جو اس میں نہیں تھی تو وہ رد کر دی جائے گی۔ (صحیح البخاری: 2697)

اللہ سبحان و تعالیٰ کی رحمت لاحد و دبے، وہ ہم سے پر فیکشن کی توقع نہیں رکھتا۔ وہ جانتا ہے کہ اس کا بندہ کمزور ہے، اپنے رب کی عبادت کا حق ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اسی مناسبت سے، حضرت ابراہیم کی دعا اس اعتراف کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی کہ "بیشک تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے" یعنی اے ہمارے رب تو ہماری محنت، کوشش اور ہمارے اخلاق سے واقف ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ تو ہماری ناکامیوں، ہماری محدود صلاحیتوں اور کمزوریوں کو بھی جانتا ہے۔ جب بھی کوئی نیک عمل کریں تو اپنے اعمال کی قبولیت کے لیے حضرت ابراہیم کی اس دعا کو یاد رکھیے تاکہ اللہ سبحان و تعالیٰ ہماری نا مکمل اور ٹوٹی پھوٹی عبادتوں کو قبول فرمائے۔

جب کوئی مصیبت / مشکل آپرے



بیشک ہم اللہ کی ہی ملکیت ہیں اور اسی کی طرف ہم نے لوٹ جانا ہے

ایک بات تو طے ہے کہ یہ دنیا از ماش کا مقام ہے، اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ میں انسانوں سے وعدہ کیا ہے:

اور دیکھو ہم تمہیں کسی نہ کسی چیز سے آرما کیں گے ضرور، (کبھی) خوف سے، اور (کبھی) بھوک سے، (کبھی) مال و جان اور پھلوں میں کمی کر کے۔ اور جو لوگ ایسے حالات میں صبر سے کام لیں ان کو خوشخبری سنادو (سورۃ البقرۃ: 155)

مشکلات کے ذریعہ ہی اللہ ﷺ نیک لوگوں اور بدجھتوں کے درمیان فرق کرتا ہے، جو صبر کرتے ہیں اور اپنے پروردگار کے رحم و کرم کی امید رکھتے ہیں، وہی یہیں جن کو "صابرین" کا خوبصورت لقب دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں متعدد بار فرماتا ہے:

وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ

اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے (سورۃ ال عمران: 146)

تو ہم اس محبت کو کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟ اللہ ﷺ نے صابرین کی امتیازی خصوصیت بتائی ہے کہ:

جنہیں، جب کبھی کوئی مصیبت آتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں "إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ" (سورۃ البقرة: 156)

مشکل آنے پر **إِنَّا لِلَّهِ** کہنا درحقیقت اس عقیدے کی نشاندہی کرتا ہے کہ ہم اللہ کی ملکیت ہیں اور جو کچھ بھی ہمارا ہے (ہماری صحت، مال، اولاد، شریک حیات سب کچھ) وہ دراصل اللہ کا ہی ہے، جس کے ساتھ میرارب اپنی مرضی کے مطابق جو چاہے کر سکتا ہے، اور وہ بے شک کبھی بھی ہمارا نقصان نہیں ہونے دے گا۔ **وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ** اس بات کا اقرار ہے کہ یہ دنیا اور اس میں جو کچھ بھی ہے فنا ہونے والا ہے، اس دنیا کا نقصان کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ ہم نے بھی ایک دن اسی کی طرف لوٹ کے جانا ہے۔ مصیبت کے وقت اللہ کا ذکر کرنا ہمیں یاد دلاتا ہے کہ صرف ایک اللہ ہی ہے جو ہمیں ہر مشکل سے نکال سکتا ہے۔ چنانچہ ہر آزمائش اور مشکل جو ہماری زندگی میں آتی ہے وہ دراصل اللہ ﷺ کی قربت حاصل کرنے کا سنہری موقع ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمیں اگلی آیت میں اس شخص کے اجر کے بارے میں بتاتے ہیں جو آفات کا سامنا کرتے ہوئے مذکورہ بالا الفاظ کہے۔

یہی یہیں وہ لوگ کہ جن پر ان کے رب کی (صلوت یعنی) عنایتیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں (سورۃ البقرة: 157)

إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ [39:10]



زراسوچے! مشکل کے وقت میں اس ایک جملے کو دل سے کہنے سے آپ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نوازشوں اور صلوٰت کے حقدار بن جائیں گے اور اللہ تعالیٰ آپ کو صابرین اور ہدایت والوں کی فہرست میں ڈال دے گا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:



اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر و بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے آزمائیشوں اور مصیبتوں میں بیتلکر دیتا ہے۔

(صحیح بخاری: 5645)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (حضور پاک ﷺ کی اہلیہ) نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا :



کوئی بندہ نہیں جسے مصیبت پہنچے اور وہ کہے:

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ اللّٰهُمَّ أَجْزُنِي فِي مُصِيبَتِي وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِّنْهَا

بے شک ہم اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اے اللہ! مجھے میری مصیبت کا اجر دے اور مجھے اس کا بہتر بدل عطا فرماء اللہ تعالیٰ اسے اس کی مصیبت کا اجر دیتا ہے اور اسے اس کا بہتر بدل عطا فرماتا ہے۔ (حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: توجب ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہو گئے، میں نے اس طرح کہا جس طرح نبی اکرم ﷺ نے مجھے حکم دیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول اللہ ﷺ کی صورت میں ان (ابو سلمہ) سے بہتر بدل عطا فرمادیا، صحیح مسلم: 2127)

ہمیں یہ الفاظ کہنے کی عادت ڈالنی چاہئے نہ صرف موت جیسی بڑی مصیبت کے وقت بلکہ جب کبھی بھی کوئی چھوٹی سے چھوٹی مشکل آئے۔ اللہ ﷺ ہمیں ان الفاظ کا مطلب سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جو لوگ بھی کسی قسم کی مشکل کا شکار ہیں انہیں دنیا اور آخرت میں بہترین اجر عطا فرمائے۔ آمین

دنیا اور آخرت کی بھلائی

201

رَبَّنَا آتَنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَ قَنَّا عَذَابَ النَّارِ

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھی بھلائی عطا فرماء اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچائے

اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ میں دو قسم کے لوگوں کا موازنہ کیا ہے:

"اب بعض لوگ تؤود ہیں جو (دعائیں بس) یہ کہتے ہیں کہ 'اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرماء۔ ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں" (سورۃ البقرۃ: 200)

ابن عباس رضي الله عنہ نے کہا، "پچھے بدو لوگ (دیہاتی) حج کے دور میں عرفات آتے تھے اور دعائیں کرتے تھے کہ "اے اللہ! اس سال کو برسات کا سال، ایک زرخیز سال اور بچوں کی پیدائش کا سال بنا" وہ لوگ آخرت کے معاملہ میں کسی قسم کی کوئی دعا نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تاکہ سکھایا جائے کہ ہمیں اپنی دعاؤں میں اس دنیا کی بھلانی کے ساتھ ساتھ آخرت کی بھلانی بھی طلب کرنی چاہئے۔ (ابن کثیر)۔ انس بن مالک رضي الله عنہ نے بیان کیا:



نبی کریم ﷺ کی اکثریہ دعا ہوا کرتی تھی

اللَّهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً، وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

"اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھلانی عطا کرو اور آخرت میں بھلانی عطا کرو ہمیں دوزخ سے بچا۔" (صحیح بخاری: 6389)

يَا أَيُّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَةُ [89:27]



ان رضي اللہ عنہ نے کہا کہ :

رسول اللہ ﷺ ایک بیمار آدمی سے ملنے کے جو بیماری سے اس حد تک مر جھاچ کا تھا کہ اس کا مقابلہ اس چوزے سے کیا جاسکتا ہے جس کے پروں کو نکال لیا گیا ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اپنی صحت کے لئے دعا کرو۔ تو، وہ اللہ سے التجا کرنے لگا، "اے اللہ جو تو نے مجھے آخرت میں سزا دینی ہے، وہ مجھے اس زندگی میں دیدے۔" آپ ﷺ نے فرمایا، "سبحان اللہ! تم یہ برداشت نہیں کر پاؤ گے۔ تم نے یہ دعا کیوں نہیں کی؟"

اللَّهُمَّ رَبَّنَا آتَنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً، وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً، وَقَنَا عَذَابَ النَّارِ

پھر نبی اکرم ﷺ نے اس کے لئے دعائی اور اللہ ﷺ نے اس شخص کو شفاعة عطا فرمائی۔ (آداب المفرد: 728)

اللہ تعالیٰ نے سورۃ نحل میں حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں فرمایا:

وَأَتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً۝ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لِمَنِ الصَّالِحِينَ

اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی بھلانی دی، اور آخرت میں بھی یقیناً ان کا شمار صالحین میں ہے

(سورۃ النحل: 122)

اگر ہم حضرت ابراہیمؑ کی زندگی پر نگاہ ڈالیں تو انہیں ابتدائی عمر میں ہی اپنے شہر سے بے دخل کر دیا گیا، آگ میں پھیکا گیا، اپنی بیوی اور بیٹے کو صحراء میں چھوڑنے کا حکم دیا گیا، اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا۔ اگر ماڈی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو یہ سب کچھ بھلانی یا حسنہ نہیں لگتا۔ تو پھر "حسنہ" کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ سورۃ نحل میں فرماتے ہیں کہ ابراہیم اللہ کافر مانبردار غلام تھا، اس نے کبھی شرک کا ارتکاب نہیں کیا، ابراہیم شکر گزار تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کا انتخاب کیا اور انہیں سیدھے راستہ کی طرف راغب کیا۔ اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا کی "حسنہ" مال و دولت، عیش و آرام، اولاد کی فراوانی نہیں بلکہ دنیا میں حسنہ دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور خوشنودی ہے۔ دولت "حسنہ" نہیں اگر اسے اللہ کی راہ میں استعمال نہ کیا جائے، آپ کی صحت تبھی "حسنہ" ہے جب آپ اللہ کی رضا کے لیے اپنے آپ کو تھکا دیں، آپ کے پچے "حسنہ" ہیں اگر وہ آپ کے لئے صدقہ جاریہ بن جائیں۔ جن کے لیے اللہ سبحان و تعالیٰ دنیا میں بھلانی کا ارادہ فرماتے ہیں انہیں نیکی کے راستے پر ڈال دیتے ہیں۔ ہشام بن حسن نے کہا کہ الحسن سے روایت ہے کہ:

اللہ تعالیٰ کی اس آیت: «رَبَّنَا آتَنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً۝ وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً» میں دنیا میں «حسنہ» سے مراد علم اور عبادت ہے، اور

آخرت میں «حسنہ» سے مراد جنت ہے

(جامع الترمذی: 3488، صحیح)



یہ واقعی ایک سب سے زیادہ جامع دعا ہے جسے ہمیں اپنی روزانہ کی دعاؤں میں شامل کرنا چاہئے۔

صبر کی دعا



رَبَّنَا أَفْغِ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثِبْتُ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ

اے ہمارے رب! ہم پر صبر کی صفت (انڈیل دے، ہمیں ثابت قدمی عطا فرم اور ہماری کافر قوم کے خلاف مدد فرم ا

طالوت علیہ سلام بنی اسرائیل کی فوج کے سپہ سالار تھے، جب بنی اسرائیل کا سامنا جالوت کی طاقتور فوج سے ہوا تو یہ لوگ خوفزدہ ہو گئے اور انہوں نے طالوت سے کہا:

آج ہم میں جالوت اور اس کے لشکر سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں (سورۃ البقرۃ: 249)

اس پر ایمان والوں نے کہا:

كَمْ مِنْ فِتْنَةٍ قَلِيلَةٌ غَلَبَتْ فِتْنَةً كَثِيرَةً يَأْذُنِ اللَّهُ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ

نجانے کتنے چھوٹے گروہ رہے ہیں (تاریخ میں) جنہوں نے اللہ کے حکم سے بڑے گروہوں پر غالبہ حاصل کیا۔ اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (سورۃ البقرۃ: 249)

اس موقع پر انہوں نے مندرجہ بالا دعا کی اور اللہ نے اپنے فضل سے انہیں فتح عطا فرمائی۔ اسی جنگ میں حضرت داؤد علیہ سلام نے (جو اس وقت نو عمر بڑکے تھے) جالوت جیسے دیو کو اپنی غلیل سے مار گرایا۔

صبر کا لفظی معنی ہے کسی کو تنگی کی حالت میں روک کر رکھنا، جیسے جانور کو زبردستی باندھ کر رکھنا۔ انسان کا نفس بھی ایک جانور کی طرح ہے جسے باندھ کر رکھنا صبر کہلاتا ہے۔ امام غزالی اپنی مشہور کتاب احیاء علوم الدین میں، قرآن اور سنت کی روشنی میں صبر کی پانچ اقسام کا ذکر کرتے ہیں:

اللہ کی اطاعت میں صبر: اللہ کی اطاعت نفس کے لیے بہت بھاری ہے۔ سر دیوں کی راتوں میں گرم بستر چھوڑ کر نماز کے لیے کھڑے ہونا، کمزوری اور تھکاوٹ کے باوجود روزہ رکھنا، مال کی شدید ترین محبت کے باوجود اپنامال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا، کاروبار چھوڑ کر، دکانیں بند کر کے جج اور عمرے کے لیے جانا اور ان سب سے زیادہ مشکل اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔ صحابہ کرام، نبی اکرم ﷺ کے ایک اشارے پر، اپنامال اور جان سب اللہ کی اطاعت اور خوشنودی کے لئے قربان کرنے کے لیے تیار رہتے۔ اس صبر کا تقاضا ہے کہ ہم اللہ کے حقوق ادا کرنے میں مستی، ثال مٹول، لاچ، دنیا کی محبت اور ہر قسم کی پریشانی سے بچیں۔ حضرت طالوت کی فوج، اللہ سے اسی صبر کی دعائیں اگر ہی تھی، سخت مشکل میں اللہ کی اطاعت پر صبر۔

اللہ کی نافرمانی سے نجتے میں صبر: انسان کا نفس ایک بے لگام جانور کی طرح ہے جو گناہ پر امادہ ہے۔ اسے قرآن میں النفس الامارة بالسوء کہا گیا، گناہوں پر اکسانے والا نفس۔ جیسے جانور کے لیے حلال حرام کی کوئی تمیز نہیں ہوتی، وہ جو چاہتا ہے کھاتا ہے، پیتا ہے، جہاں سے چاہتا ہے اپنی جنسی خواہشات پوری کرتا ہے، جب دل کرتا ہے سوتا ہے جاتا ہے۔ اگر انسان کے نفس کو صبر کی رسی نہ ڈالی جائے تو وہ بھی ایسی ہی جانوروں کی سی زندگی گزارے۔ ماحول میں فتنے ہو اور شیطان کا وسوسوں کے باوجود اپنے نفس کو گناہوں اور معصیت سے روکنا صبر ہے۔

لوگوں کی طرف سے آنے والی تکلیف پر صبر: جب انسان اللہ کی راہ پر چلتا ہے، لوگوں کو نیکی کی تلقین کرتا ہے اور گناہوں سے روکتا ہے تو لازم ہے کہ اسے لوگوں کی طرف سے تکلیف، توہین، طفر، نقصان اور تا انصافی برداشت کرنا پڑے گی۔ ایسے میں دل تو چاہتا ہے کہ انسان بدھ لے، اینٹ کا جواب پتھر سے دے۔ اگر جانور کو تنگ کرو تو جانور کاٹتا ہے لیکن انسان کو اللہ نے صبر عطا فرمایا۔ نبی پاک ﷺ اور صحابہ کرام نے 13 سال مشرکین مکہ کے ظلم و ستم صبر سے برداشت کیے تب کہیں جا کر اللہ تعالیٰ نے ہجرت کا راستہ کھولا اور بالآخر مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے برائی کا بدلہ لینے کی اجازت دی لیکن صبر کرنا اللہ کی نظر میں افضل ہے۔

وَجَزُواً سَيِّئَةً سَيِّئَةً مِثْلُهَاۤۖ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ

اور کسی برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے پس جو کوئی معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے

(سورۃ الشوری: 40)

اللہ کی طرف سے آنے والی آزمائشوں / مصائب پر صبر: یہ زندگی ایک امتحان ہے، جب انسان زبان سے ایمان کے اور اللہ سے محبت کے دعوے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان دعووں کی سچائی کو آزمانے کا وعدہ کیا ہے۔ وہ ہمیں غربت، بیماری، نقصان، ظلم یا کسی اور مصیبت سے آزماتا ہے۔ صبر کا مطلب ہے ان مصائب اور مشکلات کو اللہ کی خاطر صبر اور استقامت کے ساتھ برداشت کرنا، اور آخرت میں اس کے اجر کی امید رکھنا۔ مشکل اور مصائب کے دور میں اللہ کی اطاعت پر جنتے رہنا اور بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ ایسے حالات میں اکثر لوگ شرک، بدعاں اور گناہوں کے راستے پر چل پڑتے ہیں۔ آزمائشوں میں زبان کو اللہ کی گستاخی سے روکنا، اطاعت پر جنتے رہنا اور گناہوں سے بچنا صبر ہے۔

نعمتوں آسانی کے وقت صبر: جب اللہ تعالیٰ انسان کو نعمتیں اور خوشحالی عطا فرماتا ہے تو یہ بھی اللہ کی طرف سے آزمائش ہوتی ہے، خوشحالی اور آسودگی کی حالت میں اکثر انسان اللہ کو بھول کر دور نکل جاتا ہے، اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اللہ ہی کی نافرمانی میں استعمال کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اس لیے آسانی میں صبر کرنا بھی بہت ضروری ہے۔ اس صبر کا تقاضا یہ ہے کہ دنیاوی آزمائشوں سے متاثر ہو کر انسان اپنا ایمان نہ کھو دے، بلکہ اللہ اور اس کے احکامات کو یاد رکھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کی خوشنودی کے لئے استعمال کرنا ہے نہ کہ اس کی نافرمانی کے لئے۔

عبد الرحمن بن عوف رضي الله عنه كہتے ہیں،

”هم کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ ختنیوں سے آزمایا گیا، اور ہم صبر کر گئے۔ پھر بعد میں ہم پر خوشحالی کی آزمائش کی گئی، اور ہم صبر نہ کر پائے“ (سنن ترمذی: 2464)

معاذ بن جبل رضي الله عنه كہتے ہیں کہ :



نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دعائیگتے سنادہ کہہ رہا تھا، «اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الصَّبْرَ» ”اے اللہ! میں تجھ سے صبر مانگتا ہوں“، آپ نے فرمایا: ”تم نے اللہ سے مشکل مانگی ہے، تم عافیت مانگو“۔

(جامع الترمذی: 3527، حسن)



كَمْ مِنْ فِعَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِعَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ [2:249]

آیت الکرسی

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذْهُ سِنَةٌ وَلَا نُوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْهُ
 إِلَّا يَأْذِلُهُ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ
 وَالْأَرْضُ وَلَا يَنْعُودُهُ حَفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ

255

اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبد نہیں جو سدا زندہ ہے۔ جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے۔ نہ تو اسے اوپنگھ آتی ہے نہ نیند۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ کون ہے جو اس کے حضور اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کرے؟ وہ جانتا ہے کہ ان کے آگے کیا ہے اور ان کے پیچے کیا ہے، لیکن وہ اس کے علم میں سے کچھ نہیں پاسکتے سوائے اس کے جو وہ خود دینا چاہے۔ اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو گھیرا ہوا ہے۔ وہ ان دونوں کی حفاظت اس پر بھاری نہیں۔ وہی سب سے بلند مرتبہ اور عظیم الشان ہے۔

آیت الکرسی قرآن کریم کی عظیم آیت ہے۔ حضرت ائمہ ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے ابو منذر! کتاب اللہ کی کوئی آیت تمہارے نزدیک سب سے عظیم ہے؟" کہا: میں نے عرض کی: اللہ اور اس کے رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے (دوبارہ) فرمایا: "اے ابو منذر! کیا تم جانتے ہو اللہ کی کتاب کی کوئی آیت تمہارے نزدیک سب سے عظمت والی ہے؟" میں نے عرض کیا اللہ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ: تو آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا:

اللَّهُ كَفِىْ قَوْمًا! ابُو منذر! تَمَسِّكْ بِيْ عَلَمَ مباركْ ہو"

(صحیح مسلم: 1885)



عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا:



"اللہ نے آسمانوں اور زمین میں کوئی ایسی چیز تحقیق نہیں کی جو آیت الکرسی سے زیادہ شاندار ہو۔" سفیان نے کہا: "کیوں کہ آیت الکرسی اللہ کا کلام ہے، اور اللہ کا کلام آسمانوں اور زمین کی تحقیق سے زیادہ عظیم ہے۔" (جامع الترمذی: 2884، صحیح)

آیت الکرسی توحید کی ایک مکمل ترین آیت ہے بالکل اسی طرح جیسے سورۃ اخلاص توحید کی ایک مکمل ترین سورت ہے۔ آیت الکرسی صرف شرک ظاہری ہی نہیں بلکہ ہر قسم کے شرک خفی کی بھی نفی کرتی ہے۔ دنیا میں جن چیزوں اور لوگوں کو ہم اپنا سہارا سمجھ بیٹھے ہیں، آیت الکرسی ایک ایک کر کے وہ تمام سہارے ہٹا دیتی ہے اور ایک واحد سہارا جو بچتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ کیونکہ اللہ کی ذات، اللہ کا علم، اس کی ملکیت، اس کی حکومت سب کامل اور لا محدود ہے۔ اور اس جیسا کوئی بھی نہیں لیس کمیلہ شیء۔ آیت الکرسی کا سب سے بڑا فائدہ بھی ہے کہ یہ ہمیں توحید

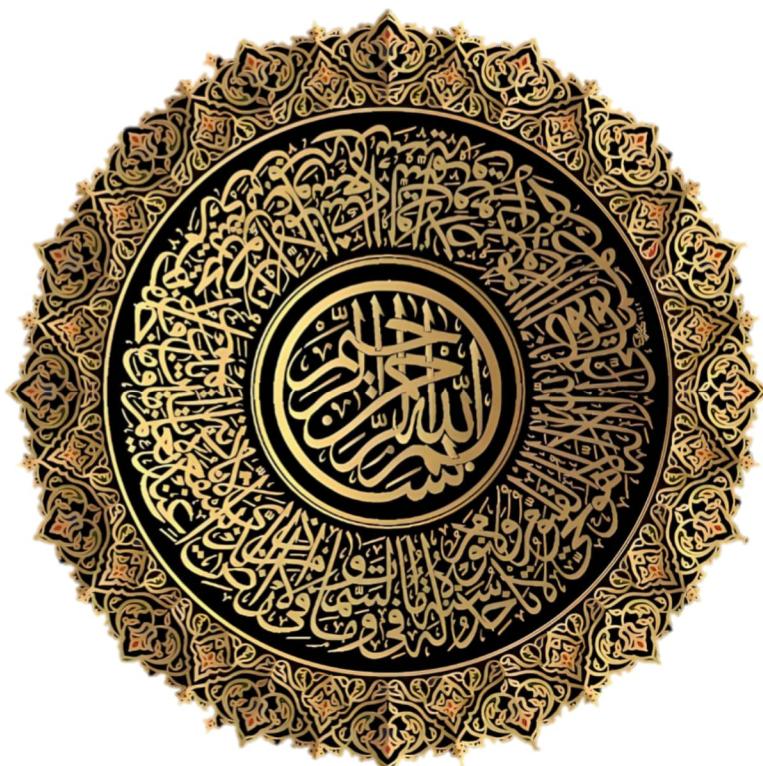
کی حقیقت سمجھاتی ہے لیکن اس کے علاوہ بھی کچھ فوائد ہیں جو تمیں احادیث میں ملتے ہیں۔ جو بھی رات کو سونے سے پہلے آیت الکرسی پڑھے گا وہ پوری رات اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ:

رسول اللہ ﷺ نے مجھے صدقہ فطر کی حفاظت پر مقرر فرمایا۔ پھر ایک شخص آیا اور دونوں ہاتھوں سے (کھجوریں) سمیٹنے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کروں گا جو صدقہ فطر چرانے آیا تھا اس نے کہا کہ اس مرتبہ مجھے چھوڑ دو تو میں تمہیں ایسے چند کلمات سکھاؤں گا جس سے اللہ تعالیٰ تمہیں فائدہ پہنچائے گا۔ میں نے پوچھا وہ کلمات کیا ہیں؟ جب تم رات کو اپنے بستر پر سونے کے لیے جاؤ تو آیت الکرسی پڑھ لیا کرو، پھر صحیح تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری حفاظت کرنے والا ایک فرشتہ مقرر ہو جائے گا اور شیطان تمہارے پاس بھی نہ آسکے گا۔ (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات آپؐ سے بیان کی تو) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے تمہیں یہ ٹھیک بات بتائی ہے اگرچہ وہ بڑا جھوٹا ہے، وہ شیطان تھا۔ (صحیح بخاری: 5010)



ابوامامہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"جو بھی ہر فرض نماز کے اختتام پر آیت الکرسی کی تلاوت کرے گا، موت کے سوا اور کوئی چیز اسے جنت میں داخل ہونے سے نہیں روک سکے گی۔" (بلوغ المرام: کتاب: 2 حدیث: 324)



آسان آزمائش کی دعا

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلُّ آمِنٍ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرَسُولِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رَسُولِهِ وَقَاتُلُوا سَيِّعْنَا وَأَطْعَنَا غُفرانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمِصِيرُ

285

رسول (یعنی محمد ﷺ) اس چیز پر ایمان لائے ہیں جو ان کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کی گئی ہے اور (ان کے ساتھ) تمام مومن بھی ایمان لائے، یہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، (وہ کہتے ہیں) اس کے رسولوں میں سے ہم کسی میں تفریق نہیں کرتے، وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور اطاعت کی، ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اسے ہمارے رب! اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے،

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ تَقْسِيماً إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتُ وَعَلَيْهَا مَا أَكْتَسَبَتُ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ تَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا وَلَا تَحْمِلْنَا عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْنَا عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ

286

اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، جو بھی وہ کرے وہ اس کے لئے اور جو رائی وہ کرے (اسکا باطل بھی) اسی پر ہے، اے ہمارے رب! ہماری گرفت نہ فرمانا اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے خطا ہو جائے، اے ہمارے رب! ہم پر وہ بوجھنہ ڈال جو ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا، اے ہمارے رب! ہم پر وہ بوجھنہ ڈال جس کی ہم طاقت نہیں رکھتی اور ہم سے در گز فرمایا اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر! تو ہی ہمارا مالک ہے، ہمیں کافروں کی قوم پر غالبہ عطا فرم

اللہ ﷺ نے ہمیں قرآن مجید میں آگاہ کیا ہے کہ وہ یقیناً کچھ آزمائش بھیجے گا جیسا کہ اس نے ہم سے پہلے لوگوں پر بھیجی، اور ان آزمائشوں کے ذریعے وہ یہ واضح کر دے گا کہ اس کے حقیقی بندے کون ہیں۔

کیا لوگوں نے یہ گمان کر کھا ہے کہ ان کے صرف اس دعوے پر کہ، ہم ایمان لائے، ہم انہیں بغیر آزمائے ہوئے ہی چھوڑ دیں گے؟ ان سے پہلے لوگوں کو بھی ہم نے خوب جانچا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ انہیں بھی جان لے گا جو حق کہتے ہیں اور انہیں بھی پہچان لے گا جو جھوٹے ہیں
(سورۃ الائکبوت: 3-2)

سورۃ البقرہ کی آخری آیت اس وعدے سے شروع ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی پر بھی، کبھی بھی اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالے گا۔ زر اس دنیا کے امتحانات کے بارے میں سوچیے، کیا کوئی ایسا امتحان ہے جو ہر طالب علم کی فطری صلاحیت اور قابلیت کے مطابق ٹیز ائن کیا گیا ہو؟ کسی ایسے امتحان کا تصور کریں جہاں آپ کو صرف آپ کے پسندیدہ مضامین اور عنوانات پر پر کھاجا جائے۔ اللہ ﷺ ہم سے بے حد محبت کرتا ہے، یہی وجہ

ہے کہ وہ ہمیں ایسی آزمائش دیتا ہے جو ہماری صلاحیتوں کے لئے موزوں ہو اور جس میں ہمارے کامیاب ہونے کا امکان سب سے زیادہ ہو۔ نہ صرف یہ، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ خوبصورت دعا بھی سکھائی تاکہ ہم اللہ سے آسان آزمائش منگ سکیں۔ جب ہم انبیاء اور اپنے نیک لوگوں کی زندگیوں پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انھیں بھاری آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا۔ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ:

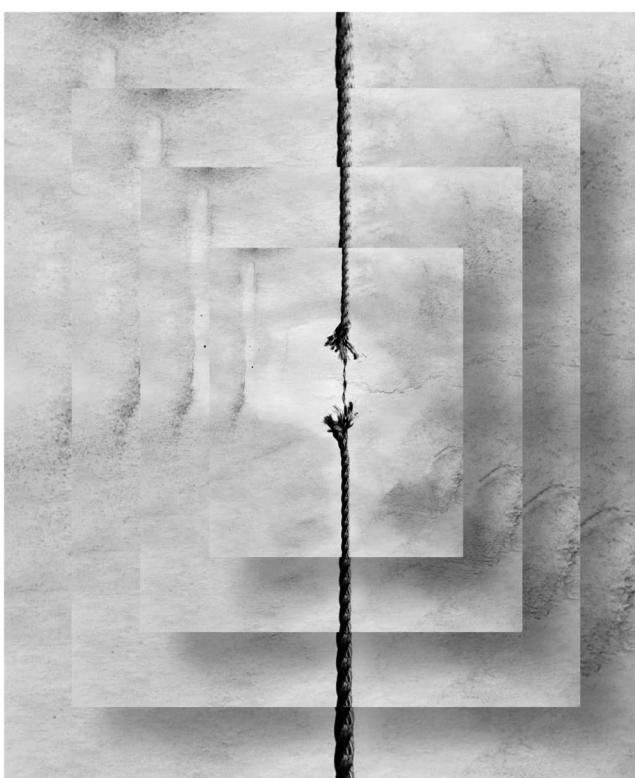
ہم نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی۔ آپ اس وقت اپنی ایک چادر پر ٹیک دیئے کعبہ کے سامنے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ہمارے لیے مدد کیوں نہیں طلب فرماتے۔ ہمارے لیے اللہ سے دعا کیوں نہیں مانگتے (ہم کافروں کی ایزاد ہی سے تنگ آچکے ہیں)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا” (ایمان لانے کی سزا میں) تم سے پہلی امتوں کے لوگوں کے لیے گڑھا کھودا جاتا اور انہیں اس میں ڈال دیا جاتا۔ پھر ان کے سر پر آرائکھ کران کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے پھر بھی وہ اپنے دین سے نہ پھرتے۔ لوہے کے کنگھے ان کے گوشت میں دھنسا کر ان کی ہڈیوں اور پٹھوں پر پھیرے جاتے پھر بھی وہ اپنا ایمان نہ چھوڑتے۔ ”

(صحیح البخاری: 3612)

اس دعا کے ذریعے ہم اللہ سے التجا کرتے ہیں کہ ہم پر دیسا بوجھ نہ ڈالے جیسے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا۔ ایسی آزمائش نہ بھیجے جو ہماری طاقت سے زیادہ ہو۔ سورۃ البقرۃ کی یہ آخری دو آیات خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ باقی سارا قرآن حضور پاک ﷺ پر نازل ہوا لیکن یہ دو آیات دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو اسراء و لمراجع کے موقع پر ساتویں آسمان پر بلا یا۔ قرآن کریم کی تمام آیات حضرت جبریلؓ

کے زریعے دی گئیں، مگر یہ دو آیات اللہ تعالیٰ نے خود حضور پاک ﷺ کو عطا فرمائی۔ علماء اس بات پر متفق ہیں کہ سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیتوں کو دم کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔

ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:



جس نے سورۃ البقرہ کی دو آخری آیتوں رات میں پڑھ لیں وہ اسے (ہر آفٹ سے بچانے کے لیے) کافی ہو جائیں گی۔

(صحیح البخاری: 5009)

رَبَّنَا وَلَا تُحِيلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ

سورة آل عمران

استقامت کی دعا



رَبَّنَا لَا تُنْعِنْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ

اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل ٹیڑھے نہ ہونے دینا اور ہمیں خاص اپنے پاس سے رحمت عطا فرماء، یقیناً تو بہت عطا کرنے والا ہے

یہ ان لوگوں کی دعا ہے جو "الرسخون في العلم" (یعنی اپنے علم میں پختہ) ہیں اور وہ قرآن کی ہر آیت پر یہ کہتے ہیں کہ "ہم اس پر یقین رکھتے ہیں۔ یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہے۔" ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت کی قدر و قیمت جانتے ہیں اور اسی لیے اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ان کے دل ہدایت پر قائم رہیں۔ استقامت کیا ہے؟ اس کا مطلب ہے سیدھے راستے پر قائم رہنا، جم جانا، چلتے رہنا بغیر کسی بھی طرح کے انحراف کے۔ شہر بن حوشب کہتے ہیں کہ میں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا:

ام المؤمنین! جب رسول اللہ ﷺ کا قیام آپ کے یہاں ہوتا تو آپ کی زیادہ تر دعا کیا ہوتی تھی؟ انہوں نے کہا: آپ زیادہ تر پڑھتے تھے: یا
مُقلِّبُ الْقُلُوبِ ثَيْثَ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ "ام دلوں کے پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر جمادی"

خود میں نے بھی آپ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپ اکثر یہ دعا کیوں پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "اے ام سلمہ! کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہے جس کا دل اللہ کی انگلیوں میں سے اس کی دو انگلیوں کے درمیان نہ ہو، تو اللہ جسے چاہتا ہے (دین حق پر) قائم و ثابت قدم رکھتا ہے اور جسے چاہتا ہے اس کا دل ٹیڑھا کر دیتا ہے (جامع ترمذی: 3522، حسن)

اللہ تعالیٰ سورۃ ابراہیم میں فرماتا ہے:

ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ "قول ثابت" کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے، دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی (سورۃ ابراہیم: 27)

کچھ علماء کی رائے کے مطابق "قول ثابت" سے مراد "الا الا اللہ" ہے۔ دیگر علماء کی رائے میں اس سے مراد قرآن کریم ہے جس کے زریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ایمان اور ہدایت پر قائم رکھتا ہے۔ جو لوگ دین پر قائم رہے ان پر موت کے وقت فرشتے اترتے ہیں۔
بیشک جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے (وہ کہیں گے) کہ تم مت ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور خوشخبری سنواں جنت کی جس کا تم سے وعدہ تھا (سورۃ الفصل: 30)

جنت کے لوگوں کی دعا (استغفار)

رَبَّنَا إِنَّا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

اے ہمارے رب! ہم تجھ پر ایمان لے آئے۔ اب ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچائے

یقینا اللہ ﷺ ہماری تمام دعائیں سنتا ہے۔ رات کی تاریکی میں دلوں کی گھرائی سے نکلنے والی خفیہ اور خاموش دعائیں۔ ان میں سے چند دعائیں اتنی خوبصورت ہوتی ہیں کہ وہ دعا کرنے والے کی نجات کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔ یہ انہی دعائیں میں سے ایک ہے، جنت کے لوگوں کی دعا، جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور جن کو اللہ کی خوشنودی نصیب ہوتی ہے۔ ان لوگوں کی مختلف خصوصیات اللہ سبحان و تعالیٰ نے بتائی ہیں:

یہ لوگ بڑے صبر کرنے والے، سچ بولنے والے، فرمانبرداری کرنے والے، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے اور سحر کے وقت بخشش مانگنے والے ہیں (سورۃآل عمران: 17)

اللہ تعالیٰ معانی مانگنے والوں کو پسند کرتا ہے اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ استغفار کا بہترین وقت رات کا آخری پھر (نمر سے پہلے) کا وقت ہے۔ سورۃ الذاریات میں اللہ ﷺ ان جنت والوں کے بارے میں کہتا ہے:

وَهُرَّاً وَلَوْ كَوْكَمْ هَيْ سُوتَتْ تَحَےْ اور وَهُ سُحْرَى كَيْ كَرَتَتْ تَحَےْ (سورۃ الذاریات: 18)

حضرت اغمر منی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:



میرے دل پر غبار سا چھا جاتا ہے تو میں (اس کیفیت کے ازالے کے لیے) ایک دن میں سو بار اللہ سے استغفار کرتا ہوں
(صحیح مسلم: 6858)

حضرت ابوالیوب الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سناتا



اگر تم (لوگ) آنناہ نہ کرو تو (تمہاری جگہ) اللہ تعالیٰ ایسی مخلوق کو پیدا فرمادے جو آنناہ کریں (پھر اللہ سے توبہ کریں اور) وہ ان کی مغفرت فرمادے۔ (صحیح مسلم: 6963)

بیٹیوں کی حفاظت کی دعا



إِنِّي أُعِيدُهَا لَكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے

جب مریم سلام علیہا کی والدہ حملہ تھیں تو انہوں نے اللہ ﷺ سے وعدہ کیا تھا:

اے میرے رب! میں نے نذر مانی کہ میری کوکھ میں جوچھے ہے، اسے ہر کام سے آزاد کر کے میں تیرے نام وقف کروں گی، تو میری طرف سے قبول فرمایا۔ یقیناً تو خوب سننے والا اور پوری طرح جانے والا ہے (سورۃ آل عمران: 35)

جب انہوں نے ایک لڑکی کو جنم دیا تو وہ اقتضا پر بیشان ہو گئی کیونکہ انہیں امید تھی کہ ان کے ہاں پہنچا ہو گا جسے وہ اللہ کی راہ میں وقف کر سکیں۔ پھر اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم تھا کہ ان کے یہاں کیا اولاد ہوئی ہے اور لڑکا لڑکی جیسا نہیں ہوتا (سورۃ آل عمران: 36)

اسی وقت حضرت مریم کی والدہ نے ان کے لئے مذکورہ بالادعا کی تاکہ وہ اپنی بیٹی کوہی نہیں بلکہ اس کی آنے والی نسلوں کو بھی اللہ کی پناہ میں دیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:



ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو شیطان اسے پیدا ہوتے ہی چھوتا ہے، جس سے وہ بچہ روتا ہے، سوائے مریم اور ان کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کے۔ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تمہارا جی چاہے تو یہ آیت پڑھ لو «وَإِنِّي أُعِيدُهَا لَكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ» یہ کلمہ مریم علیہ السلام کی ماں نے کہا تھا، اللہ نے ان کی دعا قبول کی اور مریم اور عیسیٰ علیہ السلام کو شیطان کے ہاتھ لگانے سے بچا لیا۔ (صحیح بخاری: 4548)

اس دعا کی طاقت سے، اللہ ﷺ نے انہیں شیطان سے بچایا، وہ اپنی زندگی کے آغاز ہی سے مقی اور بہترین عبادت گزار تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو ایک بہت ہی مشکل امتحان کے لئے منتخب کیا لیکن وہ انتہائی خوبصورتی اور بہادری کے ساتھ اس امتحان میں کامیاب ہوئیں۔ اور اللہ نے انہیں قیامت تک عزت بخشی۔

اور جب فرشتوں نے کہا، اے مریم! بیٹک اللہ تعالیٰ نے آپ کو چون لیا ہے اور آپ کو پاکیزگی عطا کی ہے اور سارے جہان کی عورتوں میں سے آپ کو منتخب کر لیا (سورہ آل عمران: 42)

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:



مردوں میں سے بہت سارے مرد (اپنے دین میں) درجہ کمال کو پہنچے مگر عورتوں میں سے صرف مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ درجہ کمال کو پہنچیں (جامع الترمذی: 1834، صحیح)

ہمیں بھی اپنے بچوں اور ان کی آنے والی نسلوں کے لیے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ ﷺ ان کی شیطان کے شر سے حفاظت فرمائے، شیطان واقعتاً ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ



نبی اکرم ﷺ حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) پر دم فرماتے تو کہتے :

أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَا مَةٌ

میں اللہ کے مکمل کلمات کے ذریعہ پناہ مانگتا ہوں ہر شیطان سے، ہر زہر یا کیڑے (سانپ، بچھووں غیرہ) اور ہر نظر بد والی آنکھ سے اور فرماتے: ہمارے والد ابراہیم علیہ السلام بھی اسی کے ذریعہ اسماعیل و اسحاق علیہما السلام پر دم فرماتے تھے (سنن ابن ماجہ: 3525، صحیح)

نیک اولاد کے لیے دعا



رَبِّ هَبِّ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرْيَةً كَلِيبةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ 38

اے میرے رب! مجھے خاص اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرماء، بے شک تو دعا کا سنبھالاں گے والا ہے

حضرت زکریا علیہ السلام کی لازوال دعا جو ہر وقت اور زمانے کے والدین کے لیے ایک انمول تحفہ ہے۔ مریم سلام علیہا حضرت زکریا کی سرپرستی میں دی گئی۔ جب بھی حضرت زکریا علیہ السلام ان کی محراب (عبادت گاہ) میں داخل ہوتے تو ان کے پاس رزق پاتے۔ زکریا علیہ السلام نے ان سے پوچھا "یا مریم! تمہارے پاس یہ چیزیں کہاں سے آتی ہیں؟" مریم سلام علیہا نے فرمایا

یہ اللہ کی طرف سے ہے، بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔ (سورہ آل عمران: 37)

اس مجرے کو دیکھ کر حضرت زکریا نے اسی وقت اللہ سے یہ دعائی۔ انہیں احساس ہوا کہ بیٹک اولاد بھی رزق ہے اور جب اللہ تعالیٰ دینا چاہے تو ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ "کن" کہتا ہے اور مجرہ ہو جاتا ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام بہت بوڑھے تھے اور ان کی الہیہ جوانی سے ہی بانجھ تھیں جیسا کہ سورۃ مریم میں آتا ہے

(یہ) تمہارے پروردگار کی مہربانی کا بیان (ہے جو اس نے) اپنے بندے زکریا پر (کی تھی)۔ جبکہ اس نے اپنے رب کو چپکے چپکے لپکا۔ (اور) کہا کہ اے میرے پروردگار میری ہڈیاں بڑھاپے کے سبب کمزور ہو گئی ہیں اور سر بڑھاپے کی سفیدی سے بھڑک اٹھا ہے اور اے میرے رب میں تھھ سے مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا۔ مجھے اپنے مرنے کے بعد اپنے قرابت والوں کا ذر ہے، میری بیوی بھی بانجھ ہے پس تو مجھے اپنے پاس سے وارت عطا فرمرا (سورۃ مریم: 5-2)

یہ ایسی با اثر دعا تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ذکریا کو اسقدر بڑھاپے میں ایک مجرہ، ایک نیک پیٹا عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے خود اس بچے کا نام "یحییٰ" رکھا اور کہا کہ "ہم نے یہ نام اس سے پہلے کسی شخص کو نہیں دیا"۔ اس دعا میں حضرت زکریا علیہ السلام کی حکمت یہ ہے کہ انہوں نے صرف اولاد نہیں مانگی بلکہ طیب (خالص / نیک) اولاد مانگی۔ یہ اس دعا کا نتیجہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

ہم نے بچپن ہی سے انہیں دانائی عطا فرمادی۔ اور خاص اپنے پاس سے نرم دلی اور پاکیزگی بھی، اور وہ بڑے پر ہیز گار شخص تھے۔ اور اپنے ماں باپ کے خدمت گزار! نہ وہ سر کش تھے اور نہ گناہ گار (سورۃ مریم: 12-14)

جو لوگ بچوں کی خواہش رکھتے ہیں، جو عورتیں حمدہ ہیں یا بھروسہ لوگ جو بچلے سے ہی والدین ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کے بچے ان شاء اللہ نیک اور اللہ کے فرمانبردار نہیں ان سب کو حضرت ذکریا کی یہ دعا ضرور پڑھنی چاہیے۔

استغفار کے فوائد



رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَيْثُ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ

اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کو اور ہم سے ہمارے معاملات میں جو زیادتیاں ہوئی ہیں ان سب کو معاف فرمادے اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور ہماری مدد فرما کافروں کے مقابلے میں

اللہ تعالیٰ ان آیات میں ہمیں انبیاء کرام اور راشی کے علماء کے بارے میں بتاتے ہیں کہ یہ لوگ تھے کہ جب انہوں نے اللہ کی راہ میں جدوجہد کی، وہ کبھی نامید نہیں ہوئے، کبھی دشمن کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کیا اور انہوں نے ہمیشہ دعاوں کا سہارا لیا۔ خاص طور مذکورہ بالادعا ان مو منین کی طاقت، مضبوطی اور ثابت قدی کا ذریعہ بنی۔ اللہ سبحان و تعالیٰ نے ان کو تقویت بخشی اور استغفار کی طاقت کی بدولت اس دنیا اور آخرت میں فتح عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کا انعام بھی دیا اور آخرت کا بہترین ثواب بھی اور اللہ تعالیٰ نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے
 (سورۃآل عمران: 148)

پس ثابت ہوا کہ استغفار کا فائدہ اور انعام نہ صرف آخرت میں بلکہ دنیا میں بھی ملتا ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا:

اے میری قوم کے لوگو! اپنے رب سے گناہوں کی معافی مانگو۔ پھر اس کی طرف رجوع کرو، وہ تم پر آسمان سے موسلادھار بارشیں برسائے گا،
 اور تمہاری قوت میں مزید قوت کا اضافہ کر دے گا، اور مجرم بن کر منہ نہ موڑو۔ (سورۃ ہود: 52)

تو، سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا استغفار انسان کی جسمانی اور جذبائی طاقت بڑھا سکتی ہے؟ جی ہاں

ابن قیم نے "الوابل الصیب من الكلام الطیب" میں ذکر اور استغفار کے فوائد کی فہرست دیتے ہوئے کہا:

"ذکر انسان کو طاقت دیتا ہے تاکہ وہ ذکر کے ساتھ وہ کام کر سکے جو وہ اس کے بغیر نہیں کر سکتا۔ میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے چلنے، تقریر کرنے، جرات اور تحریر میں حیرت انگیز طاقت دیکھی۔ وہ ایک دن میں اتنا لکھتے تھے جتنا ایک مصنف ایک ہفتہ میں، یا اس سے زیادہ میں لکھتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ سورۃ نوح میں فرماتے ہیں:

اپنے رب سے معافی مانگو بیٹک وہ بہت سختنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا۔ اور تمہیں خوب پے در پے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لیے نہریں نکال دے گا (سورۃ نوح: 12-10)

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ استغفار کرنے والوں کے نہ صرف گناہ معاف فرماتا ہے بلکہ انہیں دنیا میں بھی بے شمار نوازتا ہے۔ استغفار کی برکت سے اللہ بنے کو مال و دولت، رزق میں فراوانی، اولاد اور بے شمار تحفون سے نوازتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ توبہ سچی ہو، انسان دل کی گہرائیوں سے روکر اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرے، اور استغفار کرے۔

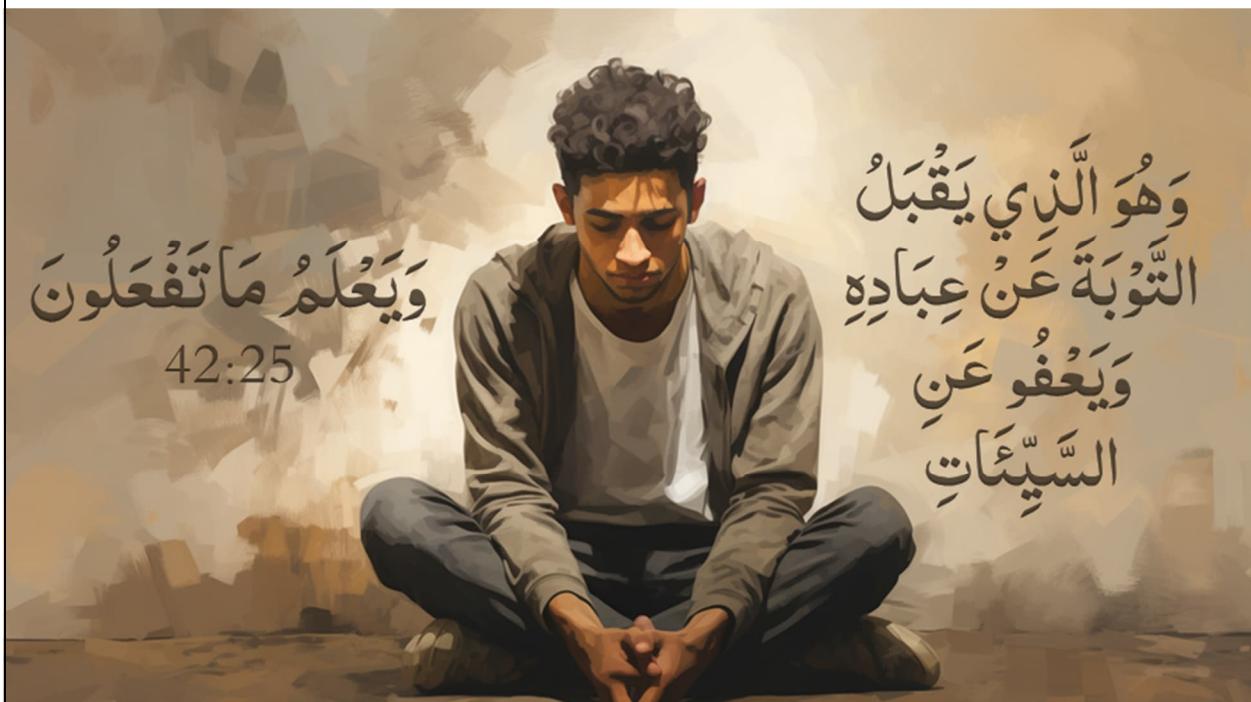
اسی دعائیں یہ نیک لوگ "اسراف" کی معافی بھی مانگ رہے ہیں۔ "اسراف" حد سے گزرنے کو کہتے ہیں۔ کوئی بھی چیز جب ضرورت سے زیادہ ہو تو اسraf کہلاتی ہے، یعنی کہ ضرورت سے زیادہ اخراجات، ضرورت سے زیادہ کھانا، سونا، فیشن، تفریح وغیرہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

اے اولاد آدم! جب مسجد جاؤ تو سچ سنور کے زینت کے ساتھ جایا کرو، اور کھاؤ اور پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو؛ اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (سورۃ الاعراف: 31)

اس آیت سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اعتدال کے ساتھ اچھے کپڑے پہنے، کھانے پینے اور اچھی زندگی گزارنے کی اجازت دی ہے لیکن اسراف سے منع کیا گیا ہے۔ اسراف کا ارتکاب تب ہوتا ہے جب ہم اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرتے ہیں، جب ہم اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کو اللہ کی نافرمانی کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ آج ہم ایک ایسی مادی دنیا میں رہتے ہیں جہاں ہم میں سے بیشتر اسراف سے آزاد نہیں۔ ہمیں زیادتی اسراف سے خود کو پاک کرنا چاہئے اور اس خوبصورت دعا کے ذریعہ اللہ کی مغفرت طلب کرنا چاہئے۔ اللہ سب سے زیادہ بخشش والا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

**قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ
جَيِّعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّّحِيمُ**

کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے نامیدرنہ ہونا، یقین جانو اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے (سورہ الزمر: 53)



ہمیں اللہ ہی کافی ہے

حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ
173

ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کار ساز (کام سنوارنے والا) ہے

غزوہ احد کے موقع پر جب مشرک واپس چلے گئے تو حضرت محمد ﷺ نے مومنین کو جمع کیا کیونکہ آپ ﷺ کو خدا شہ تھا کہ مشرک واپس آنے کی کوشش کریں گے۔ آپ نے صحابہ کرام سے پوچھا "ان کا تعاقب کون کرے گا؟" زبیر رضی اللہ عنہ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ سمیت ستر افراد نے رضا کارانہ خدمات انجام دیں (ابن کثیر)

(جب) ان سے لوگوں نے آکر بیان کیا کہ کفار نے تمہارے (مقابلے کے) لئے لشکر کیش جمع کیا ہے تو ان سے ڈرو۔ تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا۔
اور کہنے لگے ہم کو خدا کافی ہے اور وہ بہت اچھا کار ساز ہے (سورہ آل عمران: 173)

نبی ﷺ اور صحابہؓ میں ہی زخمی تھے اور تحکم سے چور تھے لیکن انہوں نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی۔ مدینہ کے منافقین نے انہیں بہت ڈرایا کہ کہ والے انہیں گھیر لیں گے اور یہ کہ دشمن سے ڈرو لیکن اس سے ان کے ایمان میں اضافہ ہوا اور نبی کریم ﷺ نے اس موقع پر مذکورہ بالادعا پڑھی
حضرت ابراہیمؑ نے بھی یہی دعا کی تھی جب انہیں آگ میں ڈالا گیا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ



کلمہ «حسینا اللہ و نعم الوکیل» ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا، اس وقت جب ان کو آگ میں ڈالا گیا تھا اور یہی کلمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کہا تھا جب لوگوں نے مسلمانوں کو ڈرانے کے لیے کہا تھا کہ لوگوں (یعنی قریش) نے تمہارے خلاف بڑا سامان جنگ اکٹھا کر کھا ہے، ان سے ڈرو لیکن اس بات نے ان مسلمانوں کا (جو ش) ایمان اور بڑھادیا اور یہ مسلمان یوں کہ
ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کام بنانے والا ہے۔ (صحیح بخاری: 4563)

انہوں نے اللہ پر بھروسہ کیا اور اللہ نے ان کی حفاظت فرمائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب یہ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آگ کو خنثد اور پر امن بنا دیا۔ اور نبی کریم ﷺ نے جب یہ دعا کی تو اللہ نے آپ ﷺ کی اور صحابہ کرام کی دشمن سے حفاظت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بتاتے ہیں کہ

(نتیجہ یہ ہوا کہ) اللہ کی نعمت و فضل کے ساتھ یہ لوٹے، انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچی، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی پیروی کی، اللہ بہت بڑے فضل والا ہے (سورہ آل عمران: 174)

عربی زبان میں "وکیل" اس کو کہتے ہیں جو آپ کے تمام معاملات کی دیکھ بھال کرے، آپ کے کاموں کو سنبھالے۔ ہمیں اسی جڑ سے لفظ "توکل" ملتا ہے، توکل کرنا یعنی اللہ کے منصوبے پر مکمل اعتماد کرنا اور یہ یقین رکھنا کہ وہ آپ کی مشکلات اور معاملات کو آپ سے کہیں بہتر جانتا ہے اور وہی بہترین حل نکالنے والا ہے۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ

"اللہ پر توکل اور بھروسے کے تین درجے ہیں، پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان اللہ پر ایسے بھروسہ کرے جیسے کوئی شخص اپنے ایجنسٹ یا فیجیر پر بھروسہ کرتا ہے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ اللہ پر ایسے توکل کیا جائے جیسے ایک بچے کو اپنی ماں پر بھروسہ ہوتا ہے اور تیسرا درجہ یہ ہے کہ اللہ پر ایسے بھروسہ ہو جیسے مردہ اپنے عشل دینے والے پر کرتا ہے۔" اللہ تعالیٰ سورہ الزمر میں یہ سوال پوچھتا ہے

الْيَسَ اللَّهُ بِكَافِ عَبْدُهُ

کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟ (سورہ الزمر: 36)

حسینا اللہ ونعم الوکیل سے مومنین کے دلوں کو سکون اور حوصلہ ملتا چاہئے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"میں کیسے آرام کروں جب کہ صور والے اسرافیل علیہ السلام «صور» کو منہ میں لیے ہوئے اس حکم پر کان لگائے ہوئے ہیں کہ کب پھونکنے کا حکم صادر ہوا اور اس میں پھونک ماری جائے، یہ امر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سخت گزرا، تو آپ نے فرمایا: "کہو: «حسینا اللہ ونعم الوکیل علی اللہ توکلنا» یعنی "اللہ ہمارے لیے کافی ہے کیا ہی اچھا کار ساز ہے وہ، اللہ ہی پر ہم نے توکل کیا" (جامع الترمذی: 2431، حسن)

جب ہمارے نبی پاک ﷺ مدینہ میں کافروں اور منافقین کی شیطانی سازشوں کے خلاف جدوجہد کر رہے تھے تب اللہ ﷺ نے آپ ﷺ کو سورہ احزاب میں نصیحت فرمائی:

اور بھروسہ رکھو اللہ پر اور کام بنانے کے لیے اللہ ہی کافی ہے (سورہ الاحزاب: 3)

یہ دعا دراصل زندگی گزارنے کا فلسفہ ہے۔ اگر کوئی شخص واقعتاً اپنے اندر یہ یقین پیدا کر لے کہ میرے تمام مسائل میرے رب کے ہاتھ میں ہیں، وہ الرحمن ہے، وہی میرے حالات کو سنبھالے گا اور وہی میرے لئے کافی ہے، تو زندگی کی سب پر یثناں ختم ہو جائیں گی۔ اللہ کے سوا کسی اور پر بھروسہ بے معنی ہو جائے گا۔ ایسا شخص اپنے کام اپنے رب کے حوالے کر کے سکون کی نیند سوتا ہے۔ اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ

اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرے گا تو اللہ اس کے لیے کافی ہے (سورہ الطلاق: 3)

رَبَّنَا إِنَّا سَيَغْفِرُ مَنْ دِيَأً يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَأَمَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا
وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ

193

اے ہمارے رب! ہم نے سنا کہ منادی کرنے والا بواز بلند ایمان کی طرف بلارہا ہے کہ لوگو! اپنے رب پر ایمان لاو، پس ہم ایمان لائے۔ یا
اللہی اب تو ہمارے گناہ معاف فرماؤ ہماری برائیاں کو ہم سے مٹاوے اور ہماری موت نیکوں کے ساتھ کر

رَبَّنَا وَآتَنَا مَا وَعَدْنَا عَلَى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ

194

إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ

اے ہمارے رب! ہمیں وہ دے جس کا وعدہ تو نے ہم سے اپنے رسولوں کی زبانی کیا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوانہ کر، یقیناً تو وعدہ خلافی
نہیں کرتا

سورۃ آل عمران کی یہ دعا، ایمان کی منزل پر پہنچنے کی دعا ہے۔ چاہے آپ نو مسلمان ہوں یا پیدائشی مسلم، ہم سب کی ایمان تک پہنچنے کی اپنی اپنی
کہانیاں ہیں۔ آپ اپنے خاندان اور ابا و اجداد سے صرف "اسلام" لے سکتے ہیں، لیکن "ایمان" ایک ایسی نعمت ہے جو میراث میں نہیں مل سکتی۔
اللہ تعالیٰ سورۃ الحجرات میں ایمان اور اسلام کے اس فرق کو بیان فرماتا ہے:

بِدُولُكَ كَهْتَ هِنَّ كَهْ هِمَ اِيمَانَ لَائَ تَوَانَ سَكَهَ دِيَجِيَ كَهْ تَمَ اِيمَانَ نَهِنَ لَائَ، تَمَ كَهْ كَهْ هِمَ اِسلامَ لَائَ اُورَ ابْحِي اِيمَانَ تَمَهَارَ دَلَوَنَ
مَيْنَ دَاخِلَ نَهِنَ هَوَا اُورَ اگْرِ تَمَ وَاقِيَ اللَّهُ اُورَ اسَكَهَ رَسُولَ کَيِ اطَاعَتَ كَرَوَگَ تَوَالَّدَ تَمَهَارَ اَعْمَالَ کَيِ (ثَوَابَ مَيْنَ) ذَرَابِحِي کَيِ نَهِنَ كَرَے گَا۔
بِشَكَ اللَّهُ بَهْتَ بَخْشَنَهَ وَالَّهُ بَهْتَ مَهْرَبَانَ ہَے۔ (سورۃ الحجرات: 14)

اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ چاہے آپ پہنچنے سے مسلمان ہوں لیکن "ایمان" تب ہی حاصل ہو گا جب آپ اپنے آپ کو اور اپنی مرضی
کو اللہ اور اس کے نبی ﷺ کے حکم کے تابع کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

یہ اس شخص کی دعا ہے جو اپنی زندگی میں ایمان تک پہنچ چکا ہے اور کہتا ہے کہ اس نے "پکارنے والے" (یعنی رسول اللہ ﷺ) کی پکار (یعنی
قرآن) سن لی ہے لہذا وہ اطاعت کرنے کے لئے تیار ہے۔ جب بھی کوئی شخص ایمان کی دہنیز پر قدم رکھتا ہے تو سب سے پہلے اس کی نظر اپنے مااضی
پہ جاتی ہے، وہ اپنے گناہ یاد کرتا ہے جو اس سے غفلت کے دونوں میں سر زد ہوئے اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہے۔ ایمان کا جو سکون
اور مٹھاں اسے اپنی زندگی میں محسوس ہوتی ہے وہ اس سے کبھی بھی کھونا نہیں چاہتا اس لیے وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی موت کے وقت تک ایمان پر ثابت
قدی اور نیک لوگوں کا ساتھ مانگتا ہے۔ اور آخر میں قیامت کے دن کی ذلت سے حفاظت طلب کرتا ہے۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز تجد کے لئے اٹھتے وقت ہر رات سورۃ ال عمران کی آخری دس آیتیں پڑھتے تھے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

انہوں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ اور اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہما کے گھر میں گزاری۔ (وہ فرماتے ہیں کہ) میں تکیہ کے عرض (یعنی گوشہ) کی طرف لیٹ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اہلیہ نے (معمول کے مطابق) تکیہ کی لمبائی پر (سر رکھ کر) آرام فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے رہے اور جب آدھی رات ہو گئی یا اس سے کچھ پہلے یا اس کے کچھ بعد آپ بیدار ہوئے اور اپنے ہاتھوں سے اپنی نیند کو دور کرنے کے لیے آنکھیں ملنے لگے۔ پھر آپ نے سورۃآل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھیں، پھر ایک مشکیزہ کے پاس جو (چھت میں) اشکا ہوا تھا آپ کھڑے ہو گئے اور اس سے وضو کیا، خوب اچھی طرح، پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔

(صحیح بخاری: 183)

اللہ ﷺ ہمیں ان بارکت لوگوں میں سے بنائے جو اپنی زندگی میں ایمان کی منزل تک پہنچے اور پھر مرتے وقت تک ایمان پر قائم رہے۔ اللہ پاک ہمیں نیک لوگوں کی صحبت میں موت نصیب فرماؤر ہمیں بہترین انجام عطا فرمائے۔ آمین یا رب



مظلوم مسلمانوں کی دعا

رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هُذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا

وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ تَصِيرًا

75

اے ہمارے رب! ان ظالموں کی بستی سے ہمیں نجات دے اور ہمارے لئے خود اپنے پاس سے حمایتی پیدا کرو اور ہمارے لئے خاص اپنی طرف سے مددگار بنا

بہت سے مسلمان بھائی بہنوں کو پوری دنیا کے مختلف ملکوں میں اذیت اور نہ ہی تعصب کا سامنا ہے۔ فلسطین، کشمیر، برمائیں روہنگیا، اور چین میں الیغور قوم کے مسلمانوں کو صرف اس وجہ سے اذیت دی جا رہی ہے کہ وہ اللہ سبحان و تعالیٰ کو اپنارب مانتے ہیں۔



أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ [40:28]

سورۃ مُمِن میں آتا ہے:

کیا تم ایک شخص کو محض اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے
(سورۃ المومن: 28)

ند کورہ دعا ان شاء اللہ ان مظلوم مسلمانوں کے حالات میں طاقت اور امید دے سکتی ہے۔ ان مسلمانوں کے لئے ایک اور دعا ہمیں سورۃ یونس میں ملتی ہے جب فرعون نے بنی اسرائیل کو اذیت کا نشانہ بنا کر کھاتھا تو انہوں نے دعا کی:

عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ - وَنَحْسَنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ

اللہ ہی پر ہم نے بھروسہ کر لیا ہے۔ اے ہمارے رب! ہمیں ان ظالم لوگوں کے ہاتھوں آرما کش میں نہ ڈال۔ اور اپنی رحمت سے ہمیں کافر قوم سے نجات عطا فرم۔ (سورۃ یونس: 85-86)

اسی طرح حضرت لوط علیہ سلام نے اپنی قوم سے دل برداشتہ ہو کر اللہ سے دعا کی:

قَالَ رَبِّ أَنْصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ

لوٹ نے کہا "اے میرے رب، ان مفسد لوگوں کے مقابلے میں میری مدد فرم۔" (سورۃ الانکبوت: 30)

جب حضرت موسیٰ علیہ سلام سے مصر میں غلطی سے قتل ہو گیا۔ تو انہیں خبر پہنچی کہ سرداروں میں ان کے قتل کے مشورے ہو رہے ہیں۔ ایسے میں حضرت موسیٰ نے بے تاب ہو کر اللہ سے دعا کی:

قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ

اس نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار! مجھے ان ظالم قوم سے نجات دے دے (سورۃ القصص: 21)

یہ دعائیں ان تمام مسلمانوں کے لئے ہیں جو قتنے اور اذیت سے گھری ہوئی زندگی گزار رہے ہیں۔ انہیں اپنی جان اور ایمان دونوں کا خطرہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو جب یمن بھیجا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہدایت فرمائی کہ:

مظلوم کی بد دعا سے ڈرتے رہنا کہ اس (دعا) کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پرده نہیں ہوتا۔

(صحیح بخاری: 2448)

فلسطین میں قتل ہوتے پھوپ، عورتوں، جوانوں، بزرگوں کی تصویریں اور رنچ جانے والوں کی ملوں آئیں عالمی خشمہ ناہی چیز پر احساس کے کچھ کے لگا رہی ہیں۔ نہ ملت، افسوس اور تحریکت کے سب الفاظ، الہار کے سب طریقے اور تناصف کے سب انداز اپنے مقنی کھوچے ہیں۔



کچھ سالوں سے روہ گیا مسلمان بدترین انسانی بحران سے دوچار ہیں، جب کہ عالمی رد عمل نہ ہونے کے برابر ہے



شام میں ہونے والی چاہی کی نہر دنیا میں دوسری بجگ عظیم کے بعد سے نہیں دیکھی گئی۔

لاکھوں کشمیری ہندوستانی یکورٹی
فرسز کے ہاتھوں حرست میں،
ماورائے عدالت پھانسیوں اور جبری
گمشدگیوں کے ذریعے قتل یا جا
پکے ہیں، جبکہ ہندوستانی یکورٹی
فرسز کو سرکاری پشت پناہی اور مکمل
اشتبہی حاصل ہے۔



سورة الاعراف

تاریخ کی پہلی توبہ



رَبَّنَا أَكْلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَزْكِنَا لَنْ كُونَنَّ مِنَ الْحَاسِرِينَ

اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ فرمایا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم یقیناً نقصان پانے والوں میں سے ہو جائیں گے

جب آدم علیہ سلام اور حواسِ اسلام علیہا کو تخلیق کر کے جنت میں بھیجا گیا تو اللہ تعالیٰ نے انکے لیے ایک خاص درخت کا پھل حرام فرمادیا۔ لیکن شیطان اپنے مستقل و سو سے سے انہیں بہکتا تارہ بیہاں تک کہ وہ دونوں پھل کھانے کی غلطی کر بیٹھے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے خود آدم علیہ سلام کو اس دعا کے الفاظ سکھائے۔

(حضرت) آدم (علیہ السلام) کو اپنے رب سے (توبہ کے) چند الفاظ ملے (جن کے زریعے انہوں نے توبہ مانگی) اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، بے شک وہی توبہ قبول کرنے والا اور ہمیشہ رحم کرنے والا ہے (سورۃ البقرۃ: 37)

یہ انسانی تاریخ کی پہلی توبہ ہے، جو خالق نے انسان کو خود سکھائی۔ اگر دیکھا جائے تو شیطان نے بھی اللہ کا حکم نہ مان کر گناہ کیا اور آدم علیہ سلام نے بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی غلطی سرزد کی۔ لیکن شیطان اپنے گناہ کے بعد مغفور ہو گیا، اس نے اپنی غلطی قبول کرنے سے انکار کیا لہذا وہ قیامت تک اللہ تعالیٰ کے غضب اور ذلت کا نشانہ ہوا۔ آدم علیہ سلام اور حواسِ اسلام علیہا نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور استغفار کے یہ خوبصورت الفاظ استعمال کیے، اللہ ﷺ نے انہیں معاف کر دیا اور قیامت تک کے لیے انہیں عزت عطا فرمائی۔ انسان کی معراج اس بات میں نہیں کہ وہ گناہوں سے مکمل طور پر پاک ہو جائے کیونکہ غلطی اور بھول انسان کے ڈیزائن کا حصہ ہے، بلکہ انسان کا اصل شرف اپنی غلطی کو مان کر اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرنے میں ہے۔ اللہ ﷺ جنت والوں کے بارے میں فرماتے ہیں۔

یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان سے کوئی بے حیائی کا کام ہو جائے یا کوئی گناہ کر بیٹھیں تو فوراً اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کے لئے معافی مانگتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہے جو گناہوں کو بخش دے؟ اور وہ اپنے کئے پر جانتے بوجھتے اصرار نہیں کرتے (آل عمران: 135)

یاد رکھیے، اللہ تعالیٰ کو ہم سے پر فیکشن کی توقع نہیں ہے، وہ جانتا ہے کہ بنده غلطیاں کرے گا، معافی مانگے گا اور اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ **غَافِرُ الذَّنْبِ وَقَابِلُ التَّوْبِ** (گناہ کا بخشنے والا اور توبہ کا قبول فرمانے والا)



وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةِ [2:35]

مشکل حالات میں صبر



رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَدْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ

اے ہمارے رب! ہمارے اوپر صبر کے پیانے انڈیل دے اور ہماری جان حالت اسلام پر نکال

موسیٰ علیہ سلام کی کہانی میں فرعون نے موسیٰ علیہ سلام کو شکست دینے کے لئے چند جادو گر بلوائے لیکن جب جادو گروں نے اللہ ﷺ کے مجذرات کو دیکھا تو وہ سجدہ میں گر پڑے اور:

کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے رب العالمین پر۔ جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے (الاعراف: 121-122)

اس بات پر فرعون شدید غصے میں آیا اور بولا:

تم میری اجازت دینے سے پہلے ہی اس شخص پر ایمان لے آئے ہو؟ میں نے بھی پکارا وہ کیا ہے کہ تمہارے ہاتھ اور پاؤں مختلف سمتوں سے کاٹ ڈالوں گا اور پھر تم سب کو سولی پر لٹکا کے رہوں گا (سورہ الاعراف: 123-124)

اس پر جادو گر کہنے لگے:

یقیناً ہم (مرکر) اپنے رب ہی کے پاس جائیں گے (الاعراف: 125)

صبر صرف مشکل حالات سے نمٹنے کی صلاحیت ہی نہیں بلکہ جب اللہ کی اطاعت سخت مشکل ہو جائے، ناممکن ہو جائے تو ایمان پر ڈٹے رہنا بھی صبر ہے۔ اس دعائیں جادو گر اللہ سے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر عطا فرمائے اور انہیں اسلام کی حالت پر موت نصیب ہو۔ انہیں ڈر تھا کہ جب فرعون کا تشدید بڑھے تو کہیں ان کے قدم لٹکھرانہ جائیں، کہیں وہ فرعون کے ظلم سے ڈر کر ایمان سے پھرنہ جائیں۔ زیادہ تر جب زندگی کے حالات ہمیں بے بس کر دیتے ہیں تبھی شیطان کی سرگوشیاں بڑھ جاتی ہیں، تبھی ہمارا ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ ایسے مشکل حالات میں ہم اللہ کا راستہ چھوڑ کر متبادل راستے ڈھونڈنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے "حسن الحنام" مانگنا ضروری ہے تاکہ جو بھی حالات ہوں ہم اپنے آخری سانس تک ایمان پر قائم رہیں۔ ابو سعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں دونوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سناتے:



مومن کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی، نہ تحکماوٹ، نہ بیماری، نہ غم حتیٰ کہ کوئی فکر بھی جو اسے فکر مند کر دے حتیٰ کہ اس کے بدالے میں اس کے گناہوں کو مٹا دیا جاتا ہے۔ (صحیح المسلم: 6568)



إِنَّ الَّذِينَ قَاتَلُوا رَبَّنَا اللَّهَ ثُمَّ أُسْتَقْبَلُوا [41:30]

اللہ ہمارے ساتھ ہے

40

لَا تَخْرُنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا

غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے

اس آیت میں ہجرت کا واقعہ بیان ہوتا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ سے نکلے تو مشرکین مکہ نے ان کو پکڑنے پر سوا ونزوں کے انعام کا اعلان کیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تین دن کے لیے غار ثور میں چھپ گئے۔ اس وقت ایک ایسا موقع آیا کہ مشرک انہیں ڈھونڈتے ہوئے غار کے دھانے تک پہنچ گئے۔ تب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے گھبراہٹ محسوس کی تو حضور پاک ﷺ نے اس خوبصورت جملے سے انہیں حوصلہ دیا۔ "غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے" ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

میں غار ثور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ میں نے کافروں کے پاؤں دیکھے (جو ہمارے سر پر کھڑے ہوئے تھے)، میں نے کہا: یا رسول اللہ! اگر ان میں سے کسی نے ذرا بھی قدم اٹھائے تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کیا سمجھتے ہو ان دو آدمیوں کو (کوئی نقصان پہنچا سکے گا) جن کے ساتھ تیر اللہ تعالیٰ ہو۔ (صحیح البخاری: 4663)

نبی پاک ﷺ کا اللہ کی ذات پر یہ توکل اور بھروسہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قدم پر ان کی مدد فرمائی:

چنانچہ اللہ نے ان پر تکمین نازل فرمائی اور ان کی ایسے لشکروں (یعنی فرشتوں) سے مدد کی جو تم کو نظر نہ آتے تھے (سورہ توبہ: 40)

اللہ تعالیٰ کا ساتھ ہی وہ طاقت ہے جو ایک مومن کو ہر مشکل سے نکالتا ہے۔ اللہ نے ان کے دلوں کو تکمین دی کیونکہ اللہ کی قربت کا احساس ہی دلوں کو سکون دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ، قرآن کریم میں کئی مرتبہ ہمیں اس بات کا یقین دلاتا ہے کہ وہ ہر وقت ہمارے ساتھ ہے تاکہ ایک مسلمان کو کبھی بھی یہ نہ لگے کہ وہ آکیلا رہ گیا ہے۔ اللہ ﷺ سورہ حدید میں کہتے ہیں:

وَهُوَ مَعَكُمْ أَئِنَّ مَا كُنْتُمْ ۝ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

اور تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور جو بھی تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھتا ہے (سورہ حدید: 4)

اکثر ہمیں اپنے ارد گرد کے لوگوں کا ساتھ بہت اور حوصلہ دیتا ہے لیکن دیکھا جائے تو در حقیقت ہمارے آس پاس کے لوگ بھی ہماری طرح کمزور اور لاچار ہیں، مخلوق ہیں۔ مگر اللہ ﷺ زمین اور آسمان کا خالق ہے، ہر چیز پر قادر ہے، جس کے ساتھ اللہ ہوا سے کسی کے ساتھ کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ ق میں فرماتا ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَنَ وَنَعْلَمُ مَا تُوْسُوسُ بِهِ نَفْسُهُۚ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ

اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے، اور اس کے دل میں جو خیالات آتے ہیں ان (تک) سے ہم خوب واقف ہیں، اور ہم اس کی شر رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں (سورۃ ق: 16)

اکثر جب زندگی میں مشکل یا آزمائش آتی ہے تبھی انسان اپنے آپ کو تنہا اور کمزور محسوس کرتا ہے۔ اللہ سبحان و تعالیٰ نے اسی لیے خاص طور پر مشکل میں صبر کرنے والوں کو بارہا اپنے ساتھ کا یقین دلایا ہے:

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ

یقیناً اللَّهُ صَبَرَ كَرْنَے والوں کے ساتھ ہے (سورۃ البقرۃ: 153)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے: اے آدم کی اولاد! میں یہاں تھا تو نے میری عیادت نہیں کی۔ تو بندا کہے گا کہ اے رب! میں آپ کی عیادت کیسے کرتا؟ آپ تو رب العالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، تمہیں معلوم نہیں تھا کہ میرا فلاں بندا یہاں ہے مگر تم اس کی عیادت کو نہیں گئے۔ اگر تم اس کی عیادت کو جاتے تو مجھے اس کے پاس پاتے (حدیث قدسی: 18)



سفر کی دعا



بِسْمِ اللَّهِ الْمَجْبُرِ لَهَا وَمُرْسِهَا إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ

اللہ ہی کے نام سے اس (سواری) کا چنان اور ٹھہرنا ہے، یقیناً میر ارب بڑی بخشش اور بڑے رحم والا ہے

جب اللہ تعالیٰ نے قوم نوح پر عذاب بھیجنے کا فیصلہ کیا تو حضرت نوح علیہ سلام کو حکم دیا کہ مومنین اور تمام جانوروں کے جوڑوں کے ساتھ اپنی کشتی میں سوار ہو جائیں، اس موقع پر اللہ سبحان و تعالیٰ نے حضرت نوح کو یہ دعا سکھائی، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کشتی کے سفر کا راستہ، اس کا چلانا اور اس کا رکنا سب کچھ اللہ کے نام سے ہے۔ اسی لئے کچھ بھی شروع کرنے سے پہلے ہمیں بسم اللہ کہنے کی ترغیب دی جاتی ہے، تاکہ اس کام میں اللہ کے نام کی برکت شامل ہو جائے۔ "بسم اللہ" کا مطلب ہے "اللہ کے نام سے..."۔ عربی زبان میں یہ ایک نامکمل جملہ ہے۔ جب ہم بسم اللہ کے ساتھ کوئی عمل شروع کرتے ہیں تو یہ جملہ کامل ہوتا ہے۔ لہذا، جب آپ کھاتے ہیں تو آپ کہتے ہیں "اللہ کے نام سے..." میں کھاتا ہوں۔ جب آپ پڑھتے ہو تو آپ کہتے ہیں کہ "اللہ کے نام سے..." میں پڑھتا ہوں یا لکھتا ہوں، یا گھر سے نکلتا ہوں۔ بس یہ سمجھ بھیجی کہ ہمارا کوئی بھی عمل اس وقت تک کامل نہیں جب تک کہ اس کے ساتھ "بسم اللہ" نہ لگایا جائے۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چھ صحابہ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ ایک اعرابی (دیہاتی) آیا، اور اس نے اسے دلوں میں کھالیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو، اگر کوئی شخص بِسْمِ اللَّهِ کہہ لیتا، تو یہی کھانا تم سب کے لیے کافی ہوتا، المذاق میں سے جب کوئی کھانا کھائے تو

چاہیے کہ وہ بِسْمِ اللَّهِ کہے، اگر وہ شروع میں بِسْمِ اللَّهِ کہنا بھول جائے تو یوں کہے: بِسْمِ اللَّهِ فِي أَوَّلِهِ وَآخِرِهِ

(سنن ابن ماجہ: 3264، صحیح)



سورۃ المؤمنون میں بھی اللہ نوح علیہ سلام کو سلامتی اور برکت کے ساتھ منزل پر اترنے کی دعا سکھاتے ہیں:

رَبِّ أَثْرَانِي مُنْزَلًا مُبَرًَّا وَإِنَّتَ خَيْرُ الْمُنْزَلِينَ

یارب مجھے ایسا اترنا نصیب کر جو برکت والا ہو، اور تو بہترین (منزل پر) اتارنے والا ہے

(سورۃ المؤمنون: 29)

"مبارک" کا لفظ "برکتہ" سے آیا ہے۔ کسی چیز میں برکت ہونے کا مطلب خیر کی کثرت اور تسلسل ہے۔ جب کسی منزل پر اترنے سے پہلے آپ یہ دعا کریں گے تو اللہ ﷺ کی جانب سے غیب کا نظام عمل پذیر ہو جائے گا تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جاسکے کہ آپ کا قیام اور اس قیام کے دوران کیا جانے والا ہر کام برکتوں اور نعمتوں والا ہو۔

تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا [54:14]



بغیر علم کے مانگنا

رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ ۖ وَإِلَّا تَغْفِرُ لِي



وَتَرْحَمْنِي أَمْكُنْ مِّنَ الْخَاسِرِينَ

میرے رب ! میں پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ آئندہ آپ سے وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں۔ اور اگر آپ نے مجھے معاف نہ کیا اور مجھ پر رحم نہ فرمایا تو میں ان میں شامل ہو جاؤں گا جو برباد ہو گئے

یہ بھی حضرت نوح علیہ سلام کی دعا ہے، جب سیلا ب آیا تو انسوں نے اپنے بیٹے سے کشتی میں سوار ہونے کو کہا۔ لیکن ان کا بیٹا کافر اور مفتر تھا، اس نے کشتی پر آنے سے انکار کیا اور کہنے لگا کہ وہ پہاڑ پر چڑھ کر اپنے آپ کو سیلا ب سے بچالے گا۔ اس وقت ان کے مابین ایک زمر دست لہر آئی اور حضرت نوح علیہ سلام کا بیٹا ڈوب گیا۔ اپنے بیٹے کی محبت میں توبہ کر حضرت نوح علیہ سلام نے اللہ ﷺ سے کہا:

اے میرے رب ! میرا بیٹا میرے گھر کا ہی کا ایک فرد ہے، اور بیشک تیر او عدہ سچا ہے، اور تو سارے حاکموں میں سے بڑھ کر حاکم ہے

(سورہ حود: 45)

اس پر اللہ ﷺ نے نوحؑ کو تنبیہ کی اور فرمایا:

اے نوح ! یقیناً وہ تمہارے گھروں میں سے نہیں ہے۔ وہ تو ناپاک عمل کا پلندہ ہے۔ لہذا مجھ سے ایسی چیز نہ مانگو جس کا تمہیں علم نہ ہو، میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ نادان مت بنو

(سورہ حود: 46)

بیشک اولاد کی محبت ایک فطری چیز ہے، اپنے بیٹے کو ڈوبناد کیجئے کہ حضرت نوح علیہ سلام پر کیا گزری ہو گی وہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے لیکن ہمیں قرآن میں بارہا اس طرح کے واقعات پڑھنے سے اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہر رشتے کی محبت سے اوپر ہے۔

وَالَّذِينَ ءَامَنُوا أَشَدُ حُبًا لِّلَّهِ

اور جو لوگ ایمان لا چکے ہیں وہ تو اللہ سے ہی سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں

(سورہ البقرة: 165)

حضرت ابراہیم علیہ سلام نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنے کافر باپ کے گھر کو چھوڑ دیا، حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی بیویاں بھی ان پر ایمان نہیں لا سکیں لیکن ان انبیا نے حق اور حق کا ساتھ نہیں چھوڑا، حضرت آسمیہ سلام علیہما نے اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے شوہر فرعون کے خلاف بغاوت کی، اور صحابہ کرام رضی تعالیٰ عنہم نے ہمیشہ ہر رشتے سے اوپر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کو رکھا۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمَ أَكَانُوا يُوَادُونَ مَنْ حَادَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا إِبَاءَهُمْ أَوْ
أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَنَهُمْ أَوْ عَشِيرَةَهُمْ

جو لوگ اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں سے محبت کرتے ہوئے نہ دیکھو گے۔ خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ ہوں۔

(سورۃ الحجادۃ: 22)

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ سلام کو تنبیہ کی تو اسی وقت حضرت نوح علیہ سلام کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اس دعا کے زریعے معافی طلب کی۔ اکثر ہماری دعائیں ہماری خواہشات کے تابع ہوتی ہیں، ہم اپنی زندگیوں کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنا چاہتے ہیں اور اسی کے لیے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ اور اگر ہمیں اپنی دعاؤں کا نتیجہ اپنی خواہشات کے مطابق نہیں ملتا تو ہم الجھن میں پڑ جاتے ہیں کہ آخر اللہ ہماری دعا کیوں نہیں سنتا، بعض اوقات اسی مایوسی کے ہاتھوں ہم اپنا ایمان کھو بیٹھتے ہیں۔ لیکن حضرت نوحؐ کی یہ دعا ہمیں سکھاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم کامل ہے اور ہمارا علم ناقص، اللہ بہت حکمت والا ہے اور وہ ہی جانتا ہے کہ ہمارے لئے کیا بہتر ہے۔ ہمیں ان معاملات پر اصرار نہیں کرنا چاہئے جس کے بارے میں ہمیں کوئی علم نہ ہو۔

سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَعَسَىٰ أَن تَكُرُّهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ ۝ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوْ شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ ۝ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

اور یہ عین ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو برائی سمجھو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بری ہو۔ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

(سورۃ البقرۃ: 216)



وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ [24:19]

ایک مؤمن کا سچا بھروسہ اس بات پر ہو ناچاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ اس کے حق میں بہتر ہے۔ سورۃ ال عمران میں آتا ہے۔

بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلا کیاں ہیں، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے

(سورۃ ال عمران: 26)



شدید دکھ میں



فَصَبُّوْ جَبِيلٌ ۝ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ

اب تو صبر ہی بہتر ہے، اور میں اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں

حضرت یعقوب علیہ سلام کے گیارا بیٹے تھے، ان میں سے دس اپنے بھائی یوسف سے حسد کی وجہ سے نفرت کرتے تھے، ایک روز انہوں نے یوسف کو کنویں میں چیننے کا منصوبہ بنایا۔ واپس آکر انہوں نے یعقوب علیہ سلام (اپنے والد) سے جھوٹ بولا کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔ یعقوب علیہ سلام اپنے بیٹے یوسف سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔ حضرت یعقوب کے لئے یہ سخت درد اور تکلیف کے لمحات تھے لیکن انہوں نے رونے اور چیننے کے بجائے مذکورہ بالا الفاظ ارشاد فرمائے جو صرف ایک حکمت اور صبر والا شخص ہی کہہ سکتا ہے۔ برسوں بعد یہی بھائی بن یا مین (یوسف کے چھوٹے بھائی) کو اپنے ساتھ مصر لے گئے۔ انہوں نے اسے مصر چھوڑ دیا کیونکہ بن یا مین پر چوری کا الزام تھا۔ ایک بار پھر وہ ایک دردناک خبر لے کر یعقوب علیہ سلام کے پاس آئے اور ایک بار پھر حضرت یعقوب نے وہی الفاظ دہرائے۔

میرے لئے صبر ہی بہتر ہے، کچھ بعید نہیں کہ اللہ میرے پاس ان سب (یعنی یوسف اور بن یا مین) کو لے آئے۔ میشک اس کا علم بھی کامل ہے اور حکمت بھی کامل (سورہ یوسف: 83)

یعقوب علیہ سلام اپنے بیٹوں کے جانے پر اتنے غمزدہ تھے کہ وہ برسوں تک روتے رہے یہاں تک کہ ان کی آنکھوں کی بینائی چلی گئی۔ اہل خانہ نے بھی انکو تقدیم کا نشانہ بنایا کہ آخر آپ کب یوسف کو یاد کرنا چھوڑیں گے، لگتا ہے کہ آپ اس کے غم میں اپنے آپ کو مار ہی ڈالیں گے۔ حضرت یعقوب علیہ سلام نے اس کے جواب میں فرمایا:

إِنَّمَا أَشْكُوْ بَيْتِي وَحُرْزِي إِلَى اللَّهِ وَأَعْلَمُ مَنَ اللَّهُ مَا لَا تَعْلَمُونَ

میں اپنے رنج و غم کی فریاد (تم سے نہیں) صرف اللہ ہی سے کرتا ہوں، اور اللہ کے بارے میں جتنا میں جانتا ہوں، تم نہیں جانتے (یوسف: 85)

وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا ضرور سے گا اور انہیں کبھی تھا نہیں کچھ چھوڑے گا۔ اس طرح کا صبر تب ہی ممکن ہے جب آپ کو اللہ تعالیٰ پر مکمل اعتماد ہو، اور یہی ”صبر جبیل“ ہے۔ اللہ ﷺ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ان صبر والے لوگوں میں سے بنائے جو مشکل ترین اوقات میں بھی اللہ کی مرضی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ آمین یارب العالمین۔

امریکی وزیر دفاع لائیڈ اسٹشن کے مطابق، چھ ماہ میں غزہ پر اسرائیل کی جنگ میں 25,000 سے زیادہ خواتین اور بچے مارے گئے



إِنَّمَا آشْكُوا بَيْتِيْ وَ حُزْنِيْ إِلَى اللّٰهِ وَ أَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ [12:86]

حافظت کی دعا



فَاللّٰهُ حَيٌّ حَيْفَقًا وَ هُوَ أَزْحَمُ الرُّحْمَنَ

سوال اللہ ہی بہترین محافظ ہے اور وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے

یہ حضرت یعقوب علیہ سلام کی دعا ہے جب آپ کے بیٹے آپ کے پاس آئے اور آپ سے اصرار کرنے لگے کہ یوسف علیہ سلام کے چھوٹے بھائی بن یا میں کو ان کے ساتھ مصر بھج دیں:

جب وہ اپنے باپ کے پاس واپس گئے تو کہنے لگے کہ ابا (جب تک ہم بنیامیں کو ساتھ نہ لے جائیں) ہمارے لیے غلے کی بندش کر دی گئی ہے تو ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیج دے تاکہ ہم پھر غلہ لا سکیں اور ہم یقیناً اس کے پوری حفاظت کریں گے (سورہ یوسف: 63)

یہ بات سنتے ہی حضرت یعقوب علیہ السلام کو کئی سال پہلے کا واقعہ یاد آگیا جب یہی بھائی یوسف کو لے کر گئے تھے اور کہا تھا:

ابا! آخر آپ یوسف کے بارے میں ہم پر اعتبار کیوں نہیں کرتے ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں۔ کل آپ اسے ضرور ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ خوب کھائے پے اور کھیلے، اور ہم یقیناً اس کے پوری حفاظت کریں گے (سورہ یوسف: 12-11)

اس موقع پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے انہیں احساس دلایا کہ تمہارے اوپر کیسے بھروسہ کروں؟ حضرت یعقوب نے فرمایا:

کیا میں اس (بن یامیں) کے بارے میں اسی طرح تم پر اعتبار کرلوں جیسے میں نے اس کے بھائی (یوسف) کے بارے میں پہلے تم پر اعتبار کیا تھا۔ اللہ ہی بہترین محافظ ہے اور ہی تمام رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے (سورہ یوسف: 64)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا یہ بھروسہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سالوں تک یوسف علیہ السلام کی حفاظت فرمائی، پھر بن یامیں کی بھی حفاظت فرمائی اور دونوں کو حضرت یعقوب کو کئی سالوں بعد بھی صحیح سلامت لوٹا دیا۔

قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے لیے ماں کے پیٹ سے لے کر روح تکنے تک محافظ فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو اللہ سبحان و تعالیٰ کے حکم سے بندے کی حفاظت کرتے ہیں:

کوئی تم میں سے چپکے سے بات کہیے یا پکار کر یارات کو کہیں چھپ جائے یادن کی روشنی میں کھلم کھلا چلے پھرے (اللہ کے نزدیک) برابر ہے۔ اس کے آگے اور پیچھے (اللہ کے) پھرے دار ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ (سورہ الرعد: 10-11)

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بیان کیا ہے کہ معقبات (پھرے دار) سے مراد فرشتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کی حفاظت کے لئے اس کے آگے اور پیچھے مقرر کر رکھا ہے۔

یہ دو فرشتے بندے کی موت کے وقت تک حفاظت کرتے رہتے ہیں، موت کا وقت اٹل ہے اور موت سے کوئی حفاظت نہیں کر سکتا۔ ایک مومن تقدیر پر ایمان رکھے تو دل اطمینان اور سکون میں رہتا ہے کہ جو نقصان تقدیر میں نہیں ہے اللہ سبحان و تعالیٰ اپنے مگہب ان فرشتوں کے زریعے بندے کی حفاظت فرمائے گا لیکن اگر کوئی نقصان، تکلیف یا مشکل اللہ تعالیٰ نے لکھ دی، تو پھر ساری دنیا بھی جمع ہو جائے تو اس تکلیف سے نہیں بچا سکتی۔ اللہ سبحان و تعالیٰ سورۃ انعام میں فرماتے ہیں:

اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔ اور تم پر نگہبان مقرر کئے رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے (سورہ الانعام: 61)

ایک شخص نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا: مراد کے کچھ لوگ آپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں تو علی رضی اللہ عنہ نے اسے کہا کہ "ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے اس کی اس چیز سے حفاظت کرتے ہیں جو کہ تقدیر میں نہیں توجہ تقدیر آجائی ہے تو وہ دونوں اس کے اور تقدیر کے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں بینک موت پنجتہ ڈھال ہے۔"

نبی پاک ﷺ نے بھی ہمیں حفاظت کی دعائیں سکھائی۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:



جو کوئی بندہ ہر دن صبح اور شام تین بار یہ کہے:

بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَصُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

اس اللہ کے نام سے جس کے نام لینے سے زمین اور آسمان کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے، وہ سمیع و علیم (یعنی سننے اور جانے والا ہے) تو اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ (سنن ابن ماجہ: 3869، حسن)

فروری 2023 میں ترکی کے شہر امباکیہ میں شدید زلزلے میں جہاں 20,000 سے زائد افراد لتمہ اجل بن گئے، وہاں ایک، دو سالہ بچے کو 72 گھنٹے ایک عمارت کے ملے تلتے دبے رہنے کے بعد باحفاظت بازیاب کر لیا گیا



اللہ ہی میراولی ہے

فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ تَوَفَّنِي



مُسْلِمًا وَالْحُقْنِي بِالصَّالِحِينَ

اے آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے! تو ہی دنیا و آخرت میں میراولی (دوسٹ، رکھواں، کار ساز) ہے، تو مجھے اس حالت میں اٹھانا کہ میں تیرا فرمابندر دار ہوں اور مجھے نیک لوگوں سے ملا دے

ابھی بچپلی دعائیں ہم نے حضرت یعقوب علیہ سلام کا صبر دیکھا اور اب ہم ان کے بیٹے کا توکل اور بھروسہ دیکھیں گے۔ حضرت یوسف علیہ سلام کی زندگی بچپن سے ہی مشکلوں میں گزری۔ انہیں سگے بھائیوں نے انگو اکر کے کنویں میں بھینک دیا، ایک کاروان والوں نے وہاں سے آپ کو نکال کر مصر میں غلام بنا کر فروخت کر دیا، جب وہ جوانی میں پہنچے تو انہیں برسوں جیل میں ڈال دیا گیا۔ ایسی مشکل زندگی گزارنے کے بعد کوئی بھی شکایت کر سکتا ہے لیکن یوسف علیہ سلام نے ایک بار بھی اللہ ﷺ سے شکایت نہیں کی، ساری زندگی انہوں نے اللہ ﷺ پر بھروسہ کیا۔ سورہ یوسف کے آخر میں جب وہ اپنے والد سے ملے تو انہوں نے اپنی مشکل زندگی کی داستان سنانے کے بجائے اپنے والد کو اللہ تعالیٰ کے احسانات گنوائے۔

اس (میرے رب) نے مجھ پر (بہت سے) احسان کئے ہیں کہ مجھ کو جیل سے نکالا۔ اور آپ لوگوں کو گاؤں سے یہاں لے آیا اس اختلاف کے بعد جو شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ڈال دیا تھا۔ میرا رب جو چاہے اس کے لئے بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔ وہ بہت علم اور حکمت والا ہے۔ اے میرے رب! بیشک تو نے مجھے حکومت بھی عطا کی اور مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم بھی سکھایا (سورہ یوسف: 100)

اس کے بعد حضرت یوسف علیہ سلام نے یہ خوبصورت دعا کی۔ یوسف کا یہی بھروسہ، توکل اور شکر گزاری تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہر قدم پر یوسف علیہ سلام کی مدد فرمائی، انہیں عزت دی، اختیار عطا فرمایا اور مصر کا گورنر بنادیا۔ اللہ سبحان و تعالیٰ نے یوسف کو خوابوں کی تعبیر سکھائی، اسی صلاحیت کی وجہ سے مصر کے لوگ شدید قحط سے نجات گئے۔ یوسف علیہ سلام جانتے تھے کہ جو کچھ بھی ان کے ساتھ ہوا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا اور یہ سارا معاملہ ایک بڑے منصوبے کا حصہ تھا۔ اس سفر میں اللہ ہی ان کا ولی (محافظ اور دوسٹ) تھا۔

لَظَّوْلَى (جمع أَوْلَيَاء) کا مطلب محافظ، آقا، مددگار اور دوسٹ ہے۔ لفظ "مولیٰ" بھی اسی لفظ سے نکلتا ہے۔ "الولی" اور "المولیٰ" اللہ تعالیٰ کے دونام ہیں۔ اللہ کا ارشاد ہے:

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا ولی ہے، وہ انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آتا ہے (سورہ البقرۃ: 257)

اب تک کی بحث سے پتا چلا کہ اللہ مومنوں کا ولی ہے۔ مگر اللہ کے ولی کون لوگ ہیں؟ یہ اللہ کے دوست لوگوں میں چھپے ہوئے ہیں، ان کو پچاننا بہت مشکل ہے۔ بعض اوقات خود وہ بھی نہیں جانتے کہ وہ اللہ کے ولی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”اللہ نے تین چیزوں میں تین چیزیں چھپائی ہیں: اس نے اپنی رضا اپنے طاعت میں چھپائی ہے، تو کسی بھی طاعت کو حقیر نہ جانو، کہ شاید وہ وہی ہو جو تمہیں اس کی رضادلائے۔ اس نے اپنا غصب اپنے معصیت میں چھپایا ہے، تو کسی بھی معصیت کو معمولی نہ سمجھو، کہ شاید وہ وہی ہو جو تم پر اس کا غصب لائے۔ اور اس نے اپنے دوست (اویاء) کو اپنے بندوں میں چھپایا ہے، تو کسی بھی بندے کی تحقیر نہ کرو، کہ شاید وہ اس کا دوست ہو۔“ آخر کچھ لوگ اللہ کی ولی کیسے ہو جاتے ہیں، انہیں یہ درجہ کیسے حاصل ہوتا ہے؟ کیا یہ مقام صرف انبیاء کے لئے مخصوص ہے؟ سورہ یونس میں ہمیں اس سوال کا جواب ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ کا دوست بنانا ممکن نہیں، ولی اللہ کی دو خصوصیات ہیں:

یاد رکھو جو لوگ اللہ کے دوست ہیں نہ تو انہیں کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور تقوی (براہیوں سے پرہیز) رکھتے ہیں (سورہ یونس: 62-63)

ہمارے نبی پاک ﷺ نے حدیث قدسی میں ہمیں اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرنے کا طریقہ سکھایا۔ رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ:

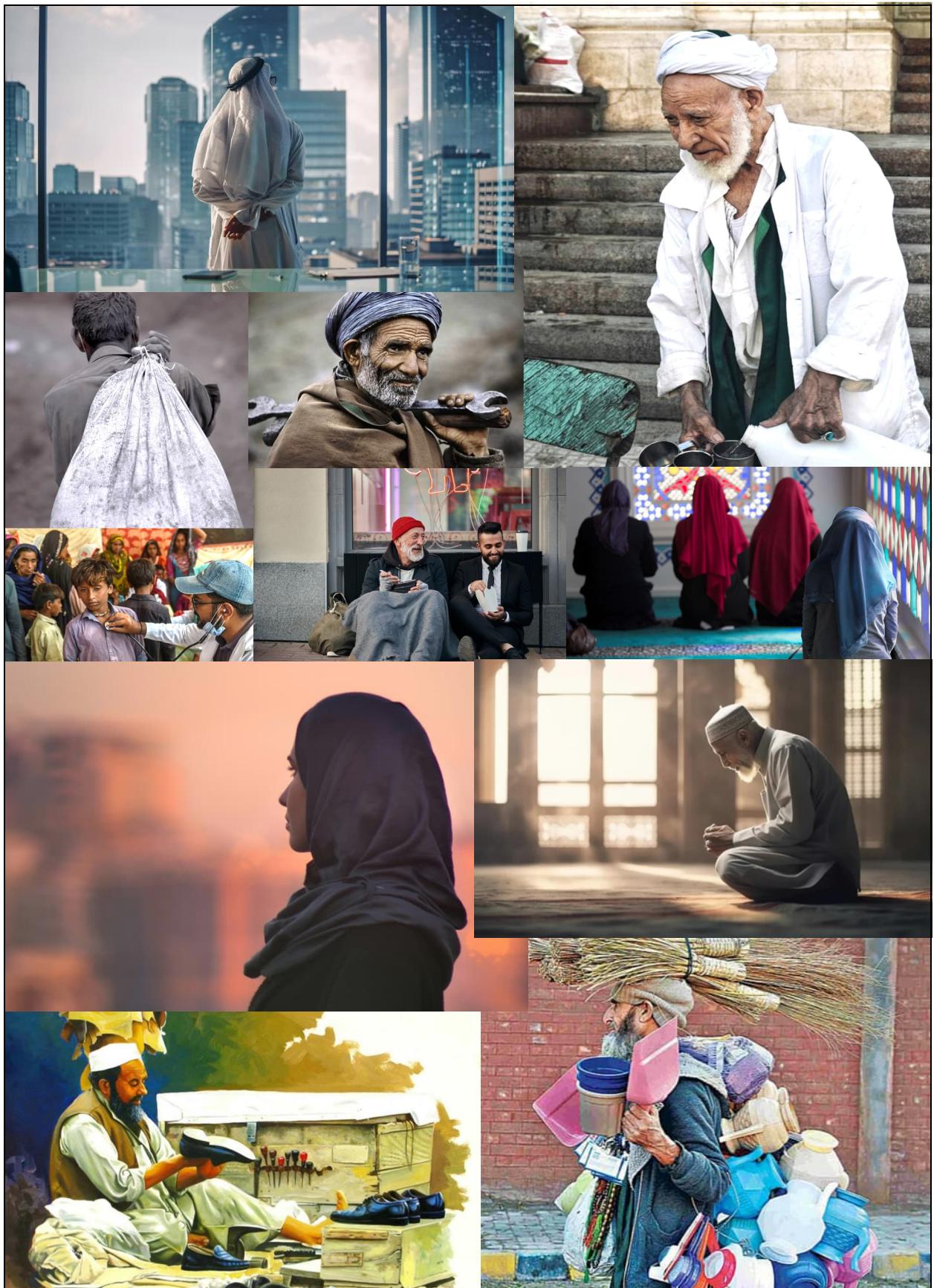
اللہ سجادہ و تعالیٰ نے فرمایا: ”جس نے میرے کسی بھی ولی (دوست) کو تکلیف پہنچائی تو میں نے اس کے خلاف جنگ کا اعلان کیا۔ میرے بندے کے پاس میری قربت حاصل کرنے کا بہترین طریقہ فرض کی ادائیگی ہے۔ اور پھر میرا بندہ (فرائض کے ساتھ ساتھ) نوافل کے زریعے میرے قریب آتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگوں۔ جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو، میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے، اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے [کچھ] مانگتا ہے تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں۔ اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرتا ہے تو میں اسے ضرور پناہ دیتا ہوں۔“ (حدیث قدسی: 25، درجہ: صحیح)

الحسن رضی اللہ عنہ نے کہا: ”رسول اللہ ﷺ نے مجھے وتر میں قوت کے کچھ الفاظ سکھائے:

اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّتَ وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ وَقِنِي شَرًّا
مَا قَضَيْتَ إِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يَنْفَعُ عَلَيْكَ وَإِنَّهُ لَا يَذَلُّ مَنْ وَالَّذِي تَبَارَكْتَ رَبُّنَا وَتَعَالَى إِنْتَ

اے اللہ! مجھے ہدایت دے، ان لوگوں میں شامل کر کے جنمیں تو نے ہدایت دی ہے، عافیت دے ان لوگوں میں شامل کر کے جنمیں تو نے عافیت دی ہے، اور مجھ سے دوستی کر لے ان لوگوں میں شامل کر کے جن سے تو نے دوستی کی، اور جو تو نے دیا ہے اس میں میرے لیے برکت عطا فرماء، اور جس کا تو نے فیصلہ فرمادیا ہے اس کی برائی سے مجھے بچا، اس لیے کہ تو ہی فیصلہ کرتا ہے، اور تیرے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کیا جاستا، اور تو جس سے دوستی کرے وہ ذلیل نہیں ہو سکتا، اے ہمارے رب! تو برکت والا اور بندوں بالا ہے (سنن نسائی: 1746، صحیح)

پس ثابت ہوا کہ نیک اعمال اور دعائیں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قربت اور محبت کا احتقدار بنا سکتی ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ بندے کا ولی بن جائے اور بندہ اللہ کا ولی۔



الله تعالى نے اپنے دوست اور اولیاء کو اپنے بندوں میں چھپا کر کھا ہے۔ لہذا تم نہیں جانتے کہ اللہ کے بندوں میں سے کون اس کا دلی ہے۔ علی ابن ابی طالب رض

سورة ابراہیم

لوگوں کے دلوں میں آپکی اولاد کی محبت

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرْيَتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْسُّحْرَمَ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْعِدَةً مِنَ النَّاسِ
تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَأَرْزُقْهُمْ مِنَ الشَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ

37

اے ہمارے پور دگار! میں نے اپنی کچھ اولاد کو ایک بے آب و گیاہ وادی میں تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے۔ اے ہمارے رب! (یہ میں نے اس لیے کیا) تاکہ یہ نماز قائم کریں، لہذا تو لوگوں کے دلوں میں ان کے لئے کشش پیدا کر دے، اور انہیں چھلوٹ کا رزق عطا فرماء، تاکہ یہ شکر گزار بنیں

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ سلام کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی ہاجر اور نو مولود بیٹے اسماعیل کو کعبے کے قریب بخیر صحرائیں چھوڑ دیں۔ اس جگہ پر اس وقت خانہ کعبہ نہیں تھا، کوئی آبادی نہیں تھی۔ چنانچہ، ابراہیم علیہ سلام نے انہیں وہاں چند کھجروں اور تھوڑے سے پانی کے ساتھ چھوڑ دیا۔ صحرائے وسط میں اپنی بیوی اور نوزادیہ بچے کو چھوڑنا حضرت ابراہیم علیہ سلام کے لئے کس قدر تکلیف دھوگا یہ تصور کرنا بھی مشکل ہے۔ لیکن انہوں نے اللہ کے بھروسے انہیں چھوڑ کر یہ دعا کی۔

اس دعا کی طاقت دیکھیے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں "آب زمزم" کا مجذہ دکھایا، پانی کو دیکھ کر "جرہم" کا قبیلہ وہاں آکر آباد ہو گیا۔ وہاں ہر جگہ سے رزق آنے لگا، پھر اللہ ﷺ نے اسی جگہ پر حضرت ابراہیم علیہ سلام کو خانہ کعبہ کی تعمیر کا حکم دیا۔ آج تک اللہ کے فضل و کرم سے تمام قسم کے پھل، ہر طرح کا رزق دنیا بھر سے کم مکرمہ میں لا یا جاتا ہیں۔ اللہ ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ سلام کی ایک دعا میں اتنی برکت ڈال دی۔

ہم میں سے جو والدین ہیں وہ جانتے ہیں کہ اپنے بچوں کو کسی بھی نئی جگہ چھوڑنا یا بھیجننا ایک بہت ہی مشکل کام ہے۔ جب بھی آپ اپنے بچوں کو کسی نئی جگہ بھیجن، یا بچوں کو کسی جگہ چھوڑنا پڑے تو ان کے لیے مزکورہ بالادعا کریں تاکہ اللہ ﷺ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں بہترین رزق عطا فرمائے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی ہمیں رخصت کرنے کی ایک اور بہت خوبصورت دعا سکھائی ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رخصت کیا تو یہ دعا فرمائی:

أَسْتَوْدِعُكَ اللَّهَ الَّذِي لَا تَضِيغُ وَدَائِعَهُ

میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں جس کی لامنتیں بھی ضائع نہیں ہوتیں

(سنن ابن ماجہ: 2825، صحیح)



نماز میں استقامت



40

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمَنْ ذُرِّيَّتِي ۝ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءٍ

اے میرے رب! مجھے نماز قائم کرنے والا بن اور میرے اولاد میں سے بھی (ایسے لوگ پیدا فرمائو جو نماز کی پابندی کریں)، اے ہمارے رب! میری دعاں لے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خوبصورت دعا جو آج ہم سب کے لئے ایک بہت اہم دعا ہے کوشش کریں کہ اس دعا کو اپنے روزمرہ کی دعاؤں کا حصہ بنالیں۔ آج کی دنیا میں اس قدر فتنہ اور بھاگ دوڑ ہے کہ نماز پر قائم رہنا، وقت پر نماز پڑھنا، مساجد میں جانا اور نماز میں خشوع لانا بہت ہی مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نماز کی اہمیت کو جانتے تھے، وہ جانتے تھے کہ جس شخص کو نماز کی پابندی نصیب ہو جائے وہ بہت ساری برائیوں سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اسی وجہ سے انہوں نے اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے نماز کی پابندی کی دعا فرمائی۔

ہمارے علماء نے نماز ہی کو ایمان کی سب سے بڑی دلیل قرار دیا ہے۔ کسی کی نماز کی خوبصورتی دیکھ کر ہی ہمیں کافی حد تک اسکے ایمان کی خوبصورتی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ نماز برائیوں سے بچانے کے لیے ڈھال کا کام کرتی ہے۔ اللہ ﷺ قرآن مجید میں فرماتا ہے

(اے پنہبر!) جو کتاب آپ کے پاس وحی کے ذریعے بھیجی گئی ہے اس کی تلاوت کریں، اور نماز قائم کریں، پیش نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے (سورہ الائکبوت: 45)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:



”تم کیا سمجھتے ہو اگر تم میں سے کسی کے گھر کے سامنے نہر ہو جس سے وہ ہر روز پانچ مرتبہ نہاتا ہو، کیا اس (کے جسم) کا کوئی میل کچیل باقی رہ جائے گا؟“ صحابہ نے عرض کی: اس کا کوئی میل کچیل باقی نہیں رہے گا۔ آپ نے فرمایا ”یہی پانچ نمازوں کی مثال ہے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے گناہوں کو صاف کر دیتا ہے“ (صحیح التسلیم: 1522)

نماز نہ صرف ہمیں گناہوں سے بچاتی ہے بلکہ ایک مسلمان کے لیے نماز اس کا سب سے بڑا سہارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّابِرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ

اے ایمان والوں! صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔ پیش کریں اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (سورہ البقرۃ: 153)

یہی نماز ہی ہے جو آخرت میں بھی ہماری نجات کا ذریعہ بنے گی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن لوگوں سے ان کے اعمال میں سے جس چیز کے بارے میں سب سے پہلے پوچھ تاچھ کی جائے گی وہ نماز ہو گی، ہمارا رب اپنے فرشتوں سے فرمائے گا، حالانکہ وہ خوب جانتا ہے میرے بندے کی نماز کو دیکھو وہ پوری ہے یا اس میں کوئی کمی ہے؟ اگر پوری ہو گی تو پورا اثواب لکھا جائے گا اور اگر کمی ہو گی تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا: دیکھو، میرے بندے کے پاس کچھ نفل ہے؟ اگر نفل ہو گی تو فرمائے گا: میرے بندے کے فرض کو اس کی نفلوں سے پورا کرو، پھر تمام اعمال کا یہی حال ہو گا۔

(سنن ابو داؤد: 864، صحیح)

نماز قائم کرنا، صرف نماز پڑھنا ہی نہیں بلکہ ہر حال میں نماز پڑھنے رہنا ہے، جب بھی، جہاں بھی نماز کا وقت آجائے ایک سچا مومن اپنے خالق سے ملنے کو بیتاب رہتا ہے۔ "صلاتۃ" کے لفظی معنی ہیں "رابطہ کرنا"۔ نماز دراصل اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہے۔ اللہ ہمیں اور ہمارے اہل خانہ کو نماز پر ثابت قدمی عطا فرمائے۔ آمین



اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ [2:45]

والدين کے لیے دعا



رَبِّ اذْهَبْهُمَا كَمَا رَبَّيْنَاهُنِي صَغِيرًا

اے میرے رب ان دونوں پر رحم فرمائیجیسے کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا

یہ اولاد کی والدین کے لیے ایک بہت ہی بیماری دعا ہے، اسی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اور ان دونوں (یعنی ماں اور باپ) کے لیے نرم دلی سے عجز اور انگساری کے پر جھکا دو (الاسراء: 24)

اپنے پروں کو جھکا دینا، اپنے ماں باپ کے سامنے ہر طرح کے تکبر اور اننا کو مکمل طور پر ترک کرنے کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں والدین کے ساتھ بہترین سلوک (احسان) کا حکم فرمایا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں

آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ : تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو، مگر صرف اس کی۔ والدین کے ساتھ بہترین سلوک (احسان) کرو، اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک، یا دونوں، بوڑھے ہو کر رہیں تو انہیں اف تک نہ کہو، نہ انہیں جھیڑ کر جواب دو، بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو (الاسراء: 23)

سورۃ نوح میں بھی ہمیں والدین کے لیے دعائی ہے:

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَ

اے میرے رب ! مجھے اور میرے والدین کو معاف فرمادے (نوح: 28)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ :



دین کے کاموں میں کون سا عمل افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”وقت پر نماز پڑھنا۔“ میں نے پوچھا اس کے بعد؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔“ میں نے پوچھا اور اس کے بعد؟ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔" پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سوالات نہیں کئے، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح ان کے جوابات عنایت فرماتے۔ (صحیح البخاری: 2782)

حضرت ابراہیم نے بھی والدین کے لیے بہت خوبصورت دعا فرمائی:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ

اے ہمارے رب! مجھے، میرے والدین اور تمام مؤمنین کو اس دن بخش دیجیو جس دن حساب قائم ہو (ابراہیم: 41)

ابو مرہ سے روایت ہے کہ

ایک بار وہ ابو ہریرہ رضی تعالیٰ عنہ کے ساتھ ان کے وطن العین گئے۔ جب ابو ہریرہ اپنے وطن پہنچ تو بڑی اوپھی آواز میں کہا: "اما جان! اسلام علیکم و رحمتہ و برکاتہ" انہوں نے جواب دیا: "وعلیک السلام و رحمتہ اللہ و برکاتہ" پھر ابو ہریرہ کہنے لگے:

رَجِّمكَ اللَّهُ رَبِّيَّتِي صَغِيرًا

اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے جیسے بچپن میں آپ نے میری پرورش کی ان کی والدہ نے جواب دیا: اے میرے بیٹے تمہیں بھی اللہ بہترین جزا دے۔ اور تم سے راضی ہو جیسا کہ تم نے بڑھاپے میں میرے ساتھ نیک سلوک کیا۔ (آداب المفرد: 14، صحیح)

اولاد کی مانگی ہوئی یہ تمام دعائیں والدین کو ناصرف اس دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی فالدہ پہنچاتی ہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

آدمی کا درج جنت میں بلند کیا جائے گا، پھر وہ کہتا ہے کہ میرا درج کیسے بلند ہو گیا (حالانکہ ہمیں عمل کا کوئی موقع نہیں رہا) اس کو جواب دیا جائے گا: تیرے لیے تیری اولاد کی دعا و استغفار کرنے کے سبب سے۔ (سنن ابن ماجہ: 3660، حسن)



نئی جگہ داخل ہونے کی دعا



رَبِّ اذْخُلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأُخْرِ جُنُبٍ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِي مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيرًا

اے میرے رب! مجھے جہاں داخل فرمائیں (اچھائی اور عزت) کے ساتھ داخل فرماء، اور جہاں سے نکال سچائی (اچھائی اور عزت) کے ساتھ نکال، اور مجھے خاص اپنے پاس سے ایسا اقتدار عطا فرمائیں جس کے ساتھ (تیری) مدد ہو

جب کہ میں مسلمانوں پر اذیت بہت بڑھ گئی اور کفار کہ نے رسول پاک ﷺ کو قتل کرنے کی سازشیں شروع کر دیں۔ اس وقت اللہ ﷺ نے آپ ﷺ کو مدینہ بہرت کا حکم دیا اور یہ خوبصورت دعا سکھائی تاکہ مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کا داخلہ اچھائی اور سچائی والا داخلہ ہو، کہ میں نکلا بھی بہتری اور بھلائی والا ہو اور اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اپنی خاص مدد سے زمین میں اختیار عطا فرمائے۔ اقتدار مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ یعنی یا تو مجھے خود اقتدار عطا کر، یا کسی حکومت کو میرا مددگار بنادے تاکہ اس کی حمایت سے میں دنیا کے اس بگاڑ کو درست کر سکوں، فواحش اور معاصی کے اس سیلاب کو روک سکوں، اور تیرے قانون عدل کو جاری کر سکوں۔ (تفسیر سید ابوالاعلیٰ مودودی)

مسلمان بے سروسامانی کی حالت میں مدینہ منورہ داخل ہوئے تھے، ان کے پاس نہ تو کھانے پینے کو تھا، نہ ہی سرپ چھٹ، لیکن اس دعا کی طاقت سے اللہ نے انہیں زمین پر اختیار دیا۔ مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک بار پھر فتح کی حیثیت سے کہ مکرمہ میں داخل ہونے میں مدد فرمائی۔ کچھ ہی سالوں میں مسلمان دنیا کی سپر پاورز (روم اور ایران) کو پیچھے چھوڑ گئے۔ اللہ نے نبی پاک ﷺ کے پیغام کو اپنی خاص مدد سے دنیا کے کونے کونے تک پہنچنے میں مدد فرمائی۔

إِذَا جَاءَ نَصْرٌ اللَّهُ وَالْفَتْحُ - وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا

جب آجائے مدد اللہ کی اور فتح نصیب ہو۔ اور (اے نبی!) تم دیکھ لو کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں (سورۃ نصر: 1-2)

اس دعا میں "صدق" کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا مطلب "سچائی" اور "سچائی کی تصدیق" کرنا ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو صدقیق کہا جاتے ہے کیونکہ انہوں نے ہر موقع پر نبی اکرم ﷺ کی سچائی کی تصدیق کی۔ اسلام میں سچائی مسلمان کے کردار کا ایک بہت اہم جز ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کو یہ نصیحت فرمائی کہ آپ کی دعا یہ ہونی چاہیے کہ آپ جہاں بھی جائیں سچائی اور صداقت کا دامن آپ کے ہاتھ سے کبھی نہ چھوٹے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

چیز نیکی اور اچھائی کے راستے پر لے جاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے، ایک آدمی چیز بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ کے ہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ فتن و فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فتن و فجور (جہنم کی) آگ کی طرف لے جاتا ہے اور ایک آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسے کذاب (یعنی جھوٹا) لکھ دیا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم: 6637)

اس دعائیں اللہ تعالیٰ ہمیں سکھاتے ہیں کہ صدق اور سچائی ہی دراصل عزت اور کامیابی کا راستہ ہے۔ اور جب آپ سچ کا راستہ اختیار کریں تبھی اللہ سبحان تعالیٰ کی مدد حاصل ہوتی ہے۔ جب بھی کسی نئی جگہ یا شہر میں داخل ہوں تو یہ دعا ضرور کریں۔ اور یہ نیت رکھیں کہ آپ سچائی اور صداقت پر قائم رہیں گے۔ اللہ ﷺ اس جگہ پر آپ کا قیام انشاء اللہ عزت اور برکت والا بناوے گا۔ آپ اپنے قیام کے دوران جو کچھ بھی کہیں گے اور کریں گے وہ سچائی پر مبنی ہو گا۔ اور باذن اللہ تعالیٰ آپ کے ہر کام میں اللہ کی مدد شامل ہو جائے گی۔

عَلَيْهِ تَوَكّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلِيَتَوَكّلِ الْمُتَوَكّلُونَ [12:67]



سورہ الکھف

اللہ تعالیٰ کارحم



رَبَّنَا آتَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَهَيْئَةً لَقَاءً مِنْ أَمْرِنَا رَحْمَةً

اے ہمارے رب! ہم پر خاص اپنے پاس سے رحمت نازل فرم اور ہمارے معاملات میں ہمارے لیے رہنمائی (بھلائی) مہیا فرم۔

اللہ ﷺ ہمیں سورہ کھف میں چند نیک نوجوانوں کی کہانی بتاتے ہیں جو ایسے شہر میں رہتے تھے جہاں ان کی قوم شرک میں بنتا تھا۔ یہ نوجوان واقعتاً بہت نیک تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت اور توحید پر قائم تھے۔ ان کی توحید کی وجہ سے ان کی قوم کے لوگ ان کے دشمن ہو گئے، یہاں تک کہ وہ ان کو جان سے مارنا چاہتے تھے۔ ان نوجوانوں کے لیے تمام رستے بند ہو گئے لیکن وہ اپنے دین پر ڈٹے رہے۔ ایسے حالات میں انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا سن لی اور انہیں اپنی رحمت سے غار کا رستہ دکھایا، ان کے کتے کو غار کے دہانے پر بٹھا کر ان کی حفاظت کی، یہ نوجوان اللہ سجان و تعالیٰ کے مجزے سے 309 سال تک غار میں سوئے رہے اور انہیں آنے والی نسلوں کے لیے نشانی بنادیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔



وَكُلُّهُمْ بُسْطَ ذَرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ [18:18]

اس دعا کو سمجھنے کے لئے ہمیں "رحمۃ" کے معنی سمجھنے ہوں گے۔ عربی زبان میں لفظ "رحم" کا مطلب ماں کی کوکھ ہے۔ جب کوئی بچہ ماں کی کوکھ میں ہوتا ہے تو وہ پوری طرح سے محبت اور حفاظت میں لپٹتا ہوتا ہے۔ اس کے کھانے، پینے، اسکی آسیجن، اس کے جسم کی حرارت، اس کا تحفظ اور اس کے وجود کی تمام ضروریات کا خیال ماں رکھتی ہے۔ اور بچہ ماں کے اس قدر احسانات سے ناواقف ہوتا ہے۔ بلکل ایسے ہی جب اللہ تعالیٰ، جوار حُسن اور الرحیم ہے، کسی انسان پر رحم فرماتے ہیں تو اسے اپنی محبت اور اپنی نوازشوں سے گھیر لیتے ہیں۔ یہ ہم انسان ہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احسانات سے منہ پھیر لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے رحم کی، اس کی نوازشوں کی قدر نہیں کرتے۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:



لفظ "رحم" (یعنی ماں کی کوکھ) اللہ کے نام "ار حُسن" سے مانوز ہے (صحیح بخاری: 5989)

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام میں فرمایا:

اس (اللہ) نے رحم اپنے اوپر لازم کر لیا ہے (سورۃ الانعام: 12)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:



"اللہ تعالیٰ نے سورۃ حمیت پیدا کیں اور ایک رحمت اپنی مخلوق کے درمیان دنیا میں رکھی، جس کی بدولت وہ دنیا میں ایک دوسرے کے ساتھ رحمت و شفقت سے پیش آتے ہیں، جب کہ اللہ کے پاس ننانوے (۹۹) رحمیتیں ہیں"

(جامع الترمذی: 3541، صحیح)

ہم دنیا اور آخرت دونوں ہی میں اللہ کی رحمت کے محتاج ہیں۔ اس دنیا میں ہماری صحت، رزق، اولاد، خوشیاں، برکتیں اور نیک اعمال کرنے کے موقع سب اللہ کی رحمت سے ملتے ہیں اور آخرت میں اللہ کی رحمت کے بغیر ناکسی کو مغفرت ملے گی اور ناکوئی جنت میں جا سکے گا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے:

"صحیح عمل کرو (اعلیٰ ترین معیار کے) قریب تر ہو اور (اللہ کی رحمت کی) خوش خبری (کی امید) رکھو۔ حقیقت ہی ہے کہ کسی کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کر سکے گا" صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین نے کہا: "اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو بھی نہیں؟" فرمایا: "مجھے بھی نہیں سوا اس کے کہ اللہ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے اور جان رکھو کہ اللہ کے نزدیک محبوب ترین عمل وہ ہے جو مستقل کیا



جائے چاہے کم ہو

"صحیح مسلم: 7122"

اللہ کی رحمت ہر چیز پر محيط ہے، پریشانی کے وقت اللہ کی رحمت مانگنی چاہئے۔ ہمارے نبی ﷺ نے بھی ہمیں اللہ کی رحمت کے حصول کے لئے خوبصورت دعائیں سکھائیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا:



نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی کام سخت تکلیف پر پریشانی میں ڈال دیتا تو آپ یہ دعا پڑھتے:

يَا حَسْنَى يَا قَيُومُ برَحْمَتِكَ أَسْتَغْفِرُكَ

”اے زندہ اور ہمیشہ رہنے والے! تیری رحمت کے وسیلے سے تیری مدد چاہتا ہوں۔“ (جامع الترمذی: 3524، حسن)

ابو بکر رضی تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:



مصیبت زدہ پریشان حال کے لیے یہ دعا ہے

اللَّهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُو فَلَا تَكْلُنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةً عَيْنٍ وَأَصْلَحْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ

اے اللہ! میں تیری ہی رحمت چاہتا ہوں، تو مجھے انکھ جھپٹنے کے لیے بھی اپنے نفس کے حوالے نہ کر، اور میرے تمام کام درست فرمادے،
تیرے سوا کوئی معبد و رحمت نہیں ہے

(سنن أبو داؤد: 5090، حسن)

انشاء اللہ



وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنَّمَا فَاعِلُنَّ ذُلِّكَ غَدَّاً



اور دیکھو، کسی چیز کے بارے میں کبھی یہ نہ کہا کرو کہ میں کل یہ کام کروں گا۔ مگر ساتھ ہی انشاء اللہ (اگر اللہ چاہے) کہہ لیا کرو

مدینہ کے یہودی اپنی کتابوں کے چند سوالات لے کر حضور پاک ﷺ کے پاس آئے، ان کا مقصد نبی کریم ﷺ کے علم کا امتحان لینا تھا۔ انہوں نے نبی پاک ﷺ سے اصحاب الکھف، ذو القرین اور روح کی حقیقت کے بارے میں پوچھا۔ آپ ﷺ نے ان سے کہا کہ ”میں تمہیں کل بتاؤں گا“ لیکن آپ ﷺ ”ان شاء اللہ“ کہنا بھول گئے۔ اس کے نتیجے میں، اللہ تعالیٰ نے بہت دن تک وحی نہیں دیجی۔ نبی پاک ﷺ بہت پریشان ہو گئے پھر اللہ نے مذکورہ آیت میں یہ نصیحت کی کہ مستقبل کے بارے میں کبھی بھی کوئی کوئی بات ”ان شاء اللہ“ کہے بغیر ناکہی جائے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سلیمان علیہ السلام نے کہا تھا کہ آج رات میں اپنی نوے بیویوں کے پاس جاؤں گا اور ہر بیوی ایک بچہ جنے گی جو اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے۔ ان کے ساتھی سفیان یعنی فرشتے نے ان سے کہا۔ ابی انشاء اللہ تو کہو لیکن آپ بھول گئے اور پھر تمام بیویوں کے پاس گئے لیکن ایک بیوی کے سوا، جس کے بیان ناکمل بچہ ہوا، کسی بیوی کے بیان بھی بچہ نہیں ہوا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ ”اگر انہوں نے ان شاء اللہ کہہ دیا ہوتا تو ان کی قسم بے کار نہ جاتی اور اپنی حاجت کو پالیتے“



(صحیح بخاری: 6720)

اسی آیت میں اللہ تعالیٰ ہمیں بتاتے ہیں کہ اگر ”انشاء اللہ کہنا بھول جاؤ تو کیا کرو:

وَإِذْ كُرْرَبَكَ إِذَا نَسِيَتْ وَقُلْ عَسَى أَنْ يَهْدِيَنَّ رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هُدًّا رَشَدًا

اگر بھولے سے ایسی بات زبان سے نکل جائے تو فوراً اپنے رب کو یاد کرو اور کہو ”امید ہے کہ میرا رب اس معاملے میں رشد (نیکی) اور بھلانی (سے قریب تر بات کی طرف میری رہنمائی فرمادے گا“ (سورۃ الکھف: 24)

ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مطابق ”اپنے رب کو یاد کرو“ اس کا مطلب ہے ”ان شاء اللہ“ کہو چاہے آپ کو ایک سال بعد یاد آئے۔ مستقبل کے بارے میں کوئی بھی بات کرنے سے پہلے انشاء اللہ کہنا، دراصل اس عقیدے کی نشاندہی کرتا ہے کہ میرا رب بڑی حکمت والا ہے اور مجھے اپنے اللہ کے فیصلے پر کمل اعتماد اور بھروسہ ہے۔ جو بھی ہو گا، اللہ کی مرضی سے ہو گا اور اللہ تعالیٰ بڑا رحمٰن ہے، اس کا علم کامل ہے اور اس کے ہر فیصلے میں میرے لئے خیر و برکت ہے۔ اور اللہ سے امید رکھی جائے کہ اس کا فیصلہ ہمیں نیکی سے قریب تر لے جائے گا۔

ماشاء اللہ

39

وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

اور جب تو اپنی جنت میں داخل ہو رہا تھا تو اس وقت تیری زبان سے یہ کیوں نہ نکلا کہ اللہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے،
اللہ کے سوا کسی کی کوئی طاقت نہیں

اللہ تعالیٰ سورۃ کھف میں ہمیں دو دوستوں کی کہانی بتاتے ہیں، ایک غریب اور اس کے بر عکس دوسرا دو عظیم و شان باغات کا مالک۔ یہ امیر شخص اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے بجائے مغروف ہو گیا۔ ایک دن وہ اپنے باغات میں داخل ہوا اور کہا:

میں نہیں سمجھتا کہ یہ باغ کبھی بھی تباہ ہو گا۔ اور میرے خیال میں نہ ہی قیامت کی گھڑی کبھی آئے گی۔ اور اگر (بالفرض) میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو یقیناً میں (اس لوٹنے کی جگہ کو) اس سے بھی زیادہ بہتر پاؤں گا۔ (الکھف: 35-36)

یہ کفر و غرور کے الفاظ سن کر اس کے دوست نے اسے مشورہ دیا کہ جب تم اپنے باغ میں داخل ہوئے تو تم نے اس نعمت کے لیے اللہ کی تعریف کیوں نہیں کی، اس مال اور اولاد کے لیے جو اس نے تمہیں عطا کی اور تمہیں دوسروں پر فضیلت عطا فرمائی، تم نے یہ کیوں نہیں کہا، "ما شاء اللہُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ" (ابن کثیر)

سلف کہا کرتے تھے: جب بھی تم میں سے کوئی شخص اپنے حالات، اپنے مال یا اپنے بچوں میں کسی چیز سے خوش ہوتا ہے تو اسے "ما شاء اللہُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ" کہنا چاہئے: ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

عبداللہ بن قیس! کیا میں تمہیں وہ کلمہ نہ بتلاوں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں، ضرور بتائیے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، کہا کرو۔



(سنن ابن ماجہ: 3824، صحیح)

یہ جملہ کہنے سے آپ اپنی زندگی کی ہر بھلائی، ہر خوشی کو اللہ ﷺ کی ذات سے منسوب کر دیتے ہیں۔ یہ الفاظ دراصل اس بات کا اعتراف ہیں کہ آپ کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ آپ کی اپنی طاقت یا قابلیت سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور کرم کی وجہ سے آپ کو ملا ہے۔ علماء اس بات پر متفق ہیں کہ "ما شاء اللہُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ" کہنا نظر بد سے محفوظ رکھتا ہے۔



کلام میں فصاحت

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۝ وَيَسِّرْ لِي آمْرِي ۝ وَاحْلُنْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي ۝ يَفْقَهُونْ قَوْلِي ۝

اے میرے پروردگار! میرا سینہ میرے لئے کھول دے۔ اور میرے کام کو میرے لیے آسان کر دے۔ اور میری زبان کی گرہ (لکنت) کو کھول دے۔ تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ فرعون کے پاس جا کر اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں بچپن ہی سے لکنت (ہکلہاٹ) تھی اور وہ بہت پریشان تھے کہ ایک نبی سے جس طرح کا اعتماد اور تقریر کی خوبی مطلوب ہوتی ہے شاید وہ اس کا حق ادا نہیں کر سکیں گے۔ چنانچہ انہوں نے یہ دعا کی اور اللہ نے انہیں اعتماد بخشنا اور ان کی زبان کی لکنت کو دور فرمادیا۔ ہمیں قرآن پاک میں متعدد مقامات پر حضرت موسیٰ کی تقاریر کے اقتباسات ملتے ہیں، خاص طور پر سورۃ الشعرا میں، کس اعتماد اور فصاحت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے بحث کی، یہ اسی دعا کا نتیجہ تھا۔ جس طرح اللہ سبحان و تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کا سینہ کھولا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا:

أَللَّهُمَّ نَسْرِخْ لَكَ صَدْرَكَ

(اے نبی!) کیا ہم نے آپ کا سینہ آپ کے لیے کھول نہیں دیا؟ (سورۃ الشرح)

سینہ کھولنے کا مطلب سینے کو ہدایت سے روشن کرنا ہے، سینے کو ایسے وسیع کرنا کہ اللہ کا پیغام بغیر کسی مشکل کے اس میں سما سکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

پس (یہ حقیقت ہے کہ) جسے اللہ ہدایت بخشنے کا ارادہ کرتا ہے اُس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہی میں ڈالنے کا ارادہ کرتا ہے اُس کے سینے کو تنگ کر دیتا ہے اور ایسا بھی نہیں ہے کہ (اسے ایمان لانا ایسا مشکل معلوم ہوتا ہے) جیسے اُسے زرد سی آسمان پر چڑھنا پڑ رہا۔ اس طرح اللہ (کفر کی) ناپاکی اُن لوگوں پر مسلط کر دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے (سورۃ الانعام: 125)

جب لوگوں کا دل تنگ ہو جاتا ہے تو ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی تعمیل کرنا انتہائی مشکل ہو جاتا ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے کہ وہ ہمارے سینے ہدایت کے لئے کھول دے تاکہ اس کی اطاعت ہمارے لئے آسان ہو جائے۔ جب بھی ہم حق اور رجی کی بات کریں تو اللہ ﷺ ہمیں تقریر کی روانی عطا فرمائے تاکہ لوگ ہمارے پیغام کو سمجھ سکیں۔ آمین

علم کے لیے دعا



رَبِّ رَزْدُنِي عِلْمًا

اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرم۔

سورہ طہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور پاک ﷺ کو یہ دعا سکھائی:

اور (اے نبی ﷺ) جب وحی نازل ہو رہی ہو تو قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیا کبھی جب تک وحی مکمل نہ ہو جائے، اور دعا کیا کبھی کہ اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرم۔ (سورہ طہ: 114)

جب بھی حضور پاک ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو اس کو یاد رکھنا اور حفظ کرنا آپ ﷺ کی لیے ایک بہت تکلیف دہ مرحلہ ہوتا۔ جب جبریل علیہ السلام کوئی نئی آیت لے کر آتے تو نبی پاک ﷺ اس ڈر سے کہ کہیں بھول ناجائیں ان کے ساتھ تمیزی سے پڑھنا اور دہرانا شروع کر دیتے جس سے آپ ﷺ کو سخت مشقت کا سامنا ہوتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے تعبیہ فرمائی کہ آپ ﷺ پڑھنے میں جلدی نہ کبھی، بلکہ یہ دعا پڑھیے تاکہ اس دعا کے ذریعے اللہ تعالیٰ آپ کے علم میں اضافہ فرمائے اور آپ ﷺ کے لیے قرآن کا پڑھنا اور حفظ کرنا آسان بنائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اے نبی! اس وحی کو جلدی یاد کرنے کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں، اس کو یاد کرانا اور پڑھوادینا ہماری ذمہ داری ہے (سورہ القیامہ: 16-17)

اسلام علم کی ترغیب دیتا ہے۔ پہلی وحی جو نبی پاک ﷺ پر نازل ہوئی وہ بھی "اقراء" تھی یعنی "پڑھو"۔ اور اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أَقْرِأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ۔ الَّذِي عَلَمَ بِالْقَلْمَ

پڑھو، اور تمہارا رب بڑا کریم ہے۔ اس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا (سورہ العلق: 4-3)

پہلے دن سے ہی اللہ تعالیٰ نے پڑھنے اور لکھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ وہ اللہ ہی ہے جس نے انسان کو قلم سے لکھنا سکھایا۔ روایات کے مطابق حضرت اوریس علیہ سلام سب سے پہلے انسان تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے قلم سے لکھنا سکھایا۔

یہ علم ہی ہے جو انسان کو اس قابل کرتا ہے کہ وہ اللہ کی تخلیق اور نشانیوں کو سمجھ سکے اور اللہ کو سبھی معنوں میں جان سکے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اُس سے ڈرتے ہیں۔ (سورۃ الفاطر: 28)

سورۃ الزمر میں اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں:

إن سے پوچھو، کیا جانے والے دونوں کبھی برابر ہو سکتے ہیں؟ نصیحت تو عقل رکھنے والے ہی قبول کرتے ہیں

(سورۃ الزمر: 9)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:



جو شخص حصول علم کے لیے کوئی راستہ طے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے
(سنن ابو داؤد: 3643، صحیح)



ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنائے ہے:

جو شخص طلب علم کے لیے راستہ طے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدالے اسے جنت کی راہ چلاتا ہے اور فرشتے طالب علم کی بخشش کی دعا کرتے ہیں یہاں تک کہ مچھلیاں پانی میں دعا میں کرتی ہیں، اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہی ہے جیسے چودھویں رات کی تمام ستاروں پر، اور علماء انبیاء کے وارث ہیں، اور نبیوں نے اپنا وارث درہم و دینار کا نہیں بنا یا بلکہ علم کا وارث بنا یا تو جس نے علم حاصل کیا اس نے (اس وراثت میں سے) ایک وافر حصہ لیا (سنن ابو داؤد: 3641، صحیح)

حضور پاک ﷺ بھی اللہ تعالیٰ سے علم کی دعا کیا کرتے تھے:



ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز فجر میں سلام پھیرتے تو یہ دعا پڑھتے
اللَّهُمَّ إِنِّي أَسأْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا، وَرِزْقًا طَيِّبًا، وَعَمَلاً مُتَقَبِّلًا

اے اللہ! میں تجھ سے نفع بخش علم، پاکیزہ روزی اور مقبول عمل کا سوال کرتا ہوں (سنن ابن ماجہ: 925، صحیح)

ہم میں سے جو بھی نفع بخش علم کے حصول کی کوشش اور جدوجہد کر رہے ہیں چاہے وہ دنیاوی علم ہو (جود و سروں کو فائدہ پہنچا سکتا ہے) یا قرآنی اور دینی علم، جو بھی یہ دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے علم میں اضافہ فرمائیں گے اور انشاء اللہ اس کے لیے علم کی راہ آسان بنادیں گے۔



ابن سینا

- ابن سینا نے دس سال کی عمر سے پہلے پورا قرآن پاک حفظ کیا
- انہیں "جدید طب کا باپ" کہا جاتا ہے۔
- ان کی سب سے بڑی کامیابی ان کی مشہور کتاب "القانون فی الطب" تھی، جو پورے رصریح، اسلامی اور یورپی دنیا میں ستیندرڈ کٹ بک کے طور پر صدیوں تک رائج رہی۔
- انہوں نے فلسفہ اور ادب کا بھی مطالعہ کیا۔ اور سائنس کے میدان میں بڑی کامیابیاں حاصل کیں۔

محمد خوارزمی

- محمد خوارزمی مسلمان ریاضی دان اور ماہر فلكیات تھے
- ریاضی میں جدید ہندسوں اور الجبرا کو متعارف کرایا۔
- لاطینی زبان میں ان کا نام Algoritm ہے جہاں سے "algorithm" کی اصطلاح لکھی ہے۔
- 12ویں صدی میں، ان کی کتاب کالاطینی میں ترجمہ کیا گیا اور "الجبرا" کی اصطلاح اور قوانین وضع کیے گئے۔



ابن القیمیس

- ابن القیمیس، تیرہویں صدی کے ایک عرب طبیب اور عالم تھے ان کی ایجادات سے بہت سے مسلمان اور یورپی اسکالرز اور کیمیادان متاثر ہوئے۔
- ان کی سب سے بڑی کامیابی انسانی دل اور پھیپھڑوں کے درمیان خون کی گردش Pulmonary circulation کی دریافت تھی۔
- ان کی تحریروں اور دریافتوں نے جدید طبی علوم کو صدیوں تک متاثر کیا۔

جابر ابن حیان

- جابر ابن حیان، آٹھویں اور نویں صدی میں ایک ممتاز فارسی کیمیادان اور فلسفی تھے۔
- کیمیسری اور کیمیا کے میدان میں ان کی اہم خدمات کی وجہ سے انہیں جدید کیمیا کے بانیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔
- ان کی ایجادات سے بہت سے مسلمان اور یورپی اسکالرز اور کیمیادان متاثر ہوئے۔
- ان کی تحریروں کا لاطینی زبان میں بڑے بیانے پر ترجمہ کیا گیا جو کہ لمبے عرصے تک مغربی یونیورسٹیوں میں پڑھائی گئی۔



سورة الانبیاء

شفا کی دعا

83

أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ

مجھے یہ تکلیف نے چولیا ہے، اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے



ابن کثیر نے اپنے تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت ایوب علیہ سلام کے پاس بہت دولت مولیٰ، فصلیں اور خوبصورت مکانات تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت اولاد بھی دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسی مال و اولاد سے ان کو آزمایا اور حضرت ایوبؑ نے باری باری سب کچھ کھو دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو بیماری سے آزمایا، یہاں تک کہ ان کے، دل کے سوا، جسم کا کوئی حصہ بھی صحت مند نہ رہا۔ چھوت کی بیماری تھی اس لیے انہیں شہر کے باہر تنہا چھوڑ دیا گیا جہاں ان کا خیال رکھنے والا یا ان کے ساتھ شفقت کا سلوک کرنے والا کوئی نہ رہا سوائے ان کی بیوی کے جوانگی دیکھ بھال کیا کرتیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے حالات اس قدر خراب ہو گئے کہ حضرت ایوب علیہ سلام کی اہلیہ کو لوگوں کے گھر خادمہ کی حیثیت سے ملازمت کرنا پڑی۔ تقریباً اٹھارہ سال ان کے بیسی حالات رہے۔ ایوب علیہ سلام انتہائی بیمار ہو گئے اور اتنے سالوں کی تہائی، غربت اور بیماری کے بعد آخر کار انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعائی۔ اللہ ﷺ نے ان کی دعا سن لی اور انہیں زمین پر پاؤں مارنے کا حکم دیا اور وہاں سے پانی کا فوارہ نکل آیا۔ سورۃ ص میں آتا ہے:

(ہم نے اسے حکم دیا) اپنا پاؤں زمین پر مارو، یہ ہے ٹھنڈا پانی نہانے کے لیے اور پینے کے لیے۔ ہم نے اسے اس کے اہل و عیال واپس دیئے اور اسکے ساتھ اتنے ہی اور بھی اپنی طرف سے رحمت کے طور پر، اور عقل و فکر رکھنے والوں کے لیے نصیحت کے طور پر۔ (سورۃ ص: 42-43)

اٹھارہ سال سخت بیماری اور تکلیف میں گزارنے کے باوجود حضرت ایوب علیہ سلام نے کبھی اللہ تعالیٰ سے شکوہ نہیں کیا، دعا کے الفاظ دیکھیں تو آپ علیہ سلام نے فرمایا مجھے تکلیف نے ”چھو“ لیا ہے۔ یہی صبر اور استقامت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دعا کے نتیجے میں پہلے سے بھی بہتر صحت اور اولاد عطا فرمائے۔ سعد بن ابی و قاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:

اللہ کے رسول! سب سے زیادہ مصیبت کس پر آتی ہے؟ آپ نے فرمایا: "انبیاء و رسول پر، پھر جوان کے بعد مرتبہ میں ہیں، پھر جوان کے بعد میں، بندے کی آزمائش اس کے دین کے مطابق ہوتی ہے، اگر بندہ اپنے دین میں سخت ہے تو اس کی مصیبت بھی سخت ہوتی ہے اور اگر وہ اپنے دین میں نرم ہوتا ہے تو اس کے دین کے مطابق مصیبت بھی ہوتی ہے، پھر مصیبت بندے کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہے، یہاں تک کہ بندہ روئے زمین پر اس حال میں چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا



(جامع الترمذی: 2398، حسن)

بیماری انسان کو گناہوں سے پاک کرتی ہے اور مغفرت کا ذریعہ بنتی ہے۔ حضور پاک ﷺ بھی وصال سے پہلے سخت بیمار ہوئے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کو شدید بخار تھا میں نے عرض کیا:

یار رسول اللہ! آپ کو بہت تیز بخار ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں مجھے تنہا ایسا بخار ہوتا ہے جتنا تم میں سے دوآمدیوں کو ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا یہ "اس لیے کہ آپ کا ثواب بھی دو گناہ ہے؟" فرمایا کہ "ہاں یہی بات ہے، مسلمان کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے چاہے کائنات ہو یا اس سے زیادہ تکلیف دینے والی کوئی چیز، تو جیسے درخت اپنے چپوں کو گراتا ہے اسی طرح اللہ پاک اس تکلیف کو اس (مسلمان) کے گناہوں کا کفارہ بنادیتا ہے۔"



(صحیح بخاری : 5648)

اللہ تعالیٰ بیماری سے انسان کو اگراتا ہے اس کا صبر اور اس کا توکل دیکھنے کے لیے کہ میرا بندہ تکلیف میں مجھے یاد رکھتا ہے یا کفر و شرک میں پڑ جاتا ہے؟ اور اللہ ﷺ ہی ہے جو بیماری میں شفاء دے سکتا ہے۔ سورۃ الشعراء میں حضرت ابراہیم علیہ سلام کے الفاظ آتے ہیں:

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ

اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی (اللہ) مجھے شفاء دیتا ہے

(سورۃ الشعراء : 80)

بیشک اللہ ہی ہر بیماری سے شفاء دینے والا ہے، اللہ ہی "الشافی" ہے۔ ڈاکٹر صرف علاج کر سکتے ہیں لیکن شفادینے والی ذات صرف اللہ سبحان و تعالیٰ کی ہے۔ جب بھی بیماری آئے تو حضرت ایوب علیہ سلام کی طرح صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے آس لگانی چاہیے۔ نبی پاک ﷺ نے بھی ہمیں شفا کی بہترین دعائیں سکھائی ہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ :

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے گھر کے) بعض لوگوں پر دم کرتے وقت اپنا داہنا باتھ پھیرتے (اور یہ دعا پڑھتے تھے)
أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبِّ النَّاسِ، وَأَشْفِعْ أُنْثَ الشَّافِيِّ، لَا شَفَاءَ إِلَّا شَفَاؤُكَ، شَفَاءٌ لَا يُغَادِرُ سَقَمًا

تکلیف کو دور کر دے اے لوگوں کے رب ! اور شفاء دینے والا ہے، شفاء وہی ہے جو تیری طرف سے ہوا یہی شفاء کہ بیماری ذرا بھی باقی نہ رہ جائے۔

(صحیح البخاری: 5750)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب کوئی شخص کسی ایسے شخص کی عیادت کرے جس کی موت کا وقت ابھی قریب نہ آیا ہو اور اس کے پاس سات مرتبہ یہ دعا پڑھے:
أَسْأَلُ اللَّهَ الْعَظِيمَ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يَشْفِيَكَ

"میں عظمت والے اللہ سے جو عرش عظیم کا مالک ہے دعا کرتا ہوں کہ وہ تم کو شفاء دے"

تو اللہ اسے اس مرض سے شفاء دے گا۔

(سنن ابی داؤد: 3106، صحیح)

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ [26:80]

حضرت یونس علیہ سلام کی دعا

87

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ

(یا اللہ!) تیرے سوا کوئی معبد نہیں، تو ہر عیب سے پاک ہے۔ بیشک میں ہی قصور وار ہوں

حضرت یونس علیہ سلام کو نینواہ (عراق) کے لوگوں کے پاس بھیجا گیا تھا، وہاں کے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام مسترد کر دیا۔ حضرت یونس علیہ سلام نے اپنی قوم کو اللہ کے عذاب سے بہت ڈرایا لیکن ان کی قوم کفر پر ڈل رہی۔ حضرت یونس علیہ سلام غصے میں آگئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کیے بغیر اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے۔ ہمیں یہ قصہ سورۃ صافات میں ملتا ہے:

اور بلاشبہ یونس (علیہ السلام) نبیوں میں سے تھے۔ یاد کرو جب وہ ایک بھری کشتی کی طرف بھاگ نکلے، پھر قرعہ اندازی میں شریک ہوئے اور اس میں مات کھائی۔ پھر انہیں مچھلی نے نگل لیا اور وہ اور وہ ملامت زدہ تھا۔ تو اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو روز قیامت تک اسی مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔ پھر ہم نے اس کو چھیل میدان میں ڈال دیا اور وہ بیمار تھے۔ اور ہم نے ان پر ایک بیلدار درخت آگا دیا۔ اس کے بعد ہم نے انہیں ایک لاکھ، یا اس سے زائد لوگوں کی طرف بھیجا۔ پس وہ ایمان لائے، اور ہم نے انہیں ایک زمانہ تک عیش و عشرت دی۔

(سورۃ الصافات: 139-148)

”سبحان اللہ“ یا ”سبحانک“ کہنا اس بات کا اقرار ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر قسم کے عیب سے پاک ہے۔ خاص طور پر جب بندے کو اپنی کمیوں، کمزوریوں، گناہوں اور کوتاہیوں کا ادراک ہو تو اللہ تعالیٰ کی ذات کی پر فلیکشن کا احساس اور بھی بڑھ جاتا ہے اور تب بندہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات کی پاکی بیان کرتا ہے۔ جیسے جب ہم رکوع اور سجدے میں جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں کیونکہ ہم مخلوق ہیں، کمزور ہیں اور اللہ تعالیٰ کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات کسی کے بھی سامنے جھکنے سے پاک ہے۔ جب سورۃ بقرہ میں فرشتوں کو اپنے علم کی کمی کا احساس ہوا تو انہوں نے کہا:

قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلِمْنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ

انہوں نے کہا (پروردگار!) نقص سے پاک تو تیری ہی ذات ہے ہمیں کوئی علم حاصل نہیں سوائے اس کے جو تو نے ہمیں سکھا دیا ہے۔ یقیناً تو ہی ہے جو سب کچھ جانے والا کامل حکمت والا ہے۔ (سورۃ البقرۃ: 32)

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت یونس کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی اور یہی تسبیح کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی اور انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے آیا۔

چھلی کے پیٹ میں ان کی حالت زار کا تصور کرنا بھی مشکل ہے۔ لیکن نوٹ کریں کہ حضرت یونس علیہ سلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنی حالت کی شکایت نہیں کی کہ اللہ مجھے اس اندھیرے، بھوک اور پیاس سے نجات دلا۔ ان کے دل میں یہ خیال بھی آسکتا تھا کہ میں اللہ کا نبی ہوں اور دیکھو کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ حضرت یونس علیہ سلام سمجھ گئے کہ اللہ ان سے ناراض ہے اور انہوں نے اپنی غلطی قبول کر لی۔

یہ انبیاء کرام کی دعاؤں کا حسن ہے۔ وہ حکمت اور دانشمندی کے ساتھ اپنے لفظوں کا انتساب کیا کرتے اور ان کی دعائیں خوبصورتی اور فصاحت کی اعلیٰ مثال ہوتیں۔ حضرت یونس علیہ سلام کی دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو اپنے رب کے سامنے جھکانا اور اپنی غلطی کا اعتراض کرنا ہی دراصل انسان کو اللہ کی معافی کا حقدار بناتا ہے۔ سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :



”ذوالنون (یونس علیہ السلام) کی دعا جو انہوں نے چھلی کے پیٹ میں کی تھی وہ یہ تھی:

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ

یہ ایسی دعا ہے کہ جب بھی کوئی مسلمان شخص اسے پڑھ کر (اپنے لیے) دعا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے گا۔

(جامع الترمذی: 3505، صحیح)

إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ [21:87]



طلب اولاد کی دعا



رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ

اے میرے پروردگار! مجھے تنہانہ چھوڑ، تو سب سے بہترین وارث ہے

هم سورة آل عمران میں حضرت زکریا علیہ سلام کا واقعہ پڑھ چکے ہیں۔ وہ بہت بوڑھے تھے اور ان کی بیوی جوانی سے ہی بانجھ تھیں۔ لیکن اس سب کے باوجود، اس دعا کی طاقت سے، اللہ تعالیٰ نے انہیں نیک اور صالح بیٹا عطا فرمایا۔ اللہ فرماتے ہیں۔

تو ہم نے اس کی دعا قبول فرمائی اور اسے بھی (جیسا بیٹا) عطا فرمایا اور اس کی غاطراں کی بیوی کو صحت مند کر دیا یقیناً یہ لوگ بھلانی کے کاموں میں بہت جلدی کرتے تھے اور ہمیں رغبت اور خوف سے پکارتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی اختیار کرنے والے تھے

(سورة الانبیاء: 90)

اسی طرح کی دعا حضرت ابراہیم نے بھی اولاد کے لیے کی تھی، جو ہمیں سورۃ الصافات میں ملتی ہے:

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ

اے پروردگار، مجھے (بیٹا) عطا کر جو صالحوں میں سے ہو

(سورۃ الصافات: 100)

بہت بار جب ہماری دعاؤں کا فوری جواب نہیں ملتا تو ہم ہمت چھوڑ دیتے ہیں، مایوس ہو جاتے ہیں۔ لیکن ان انبیاء نے ساری زندگی گزرنے کے بعد بھی کبھی امید نہیں چھوڑی، اللہ کے درسے مایوس نہیں ہوئے اور دعا کا دامن نہیں چھوڑا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے کے باوجود ان کی دعائیں سن لیں اور انھیں صالح اولاد عطا فرمائی حضرت ابراہیم علیہ سلام نے یہ فرمایا:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبِيرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ

اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اس بڑھاپے میں اسماعیل و اسحاق (علیہما السلام) عطا فرمائے۔ بیشک میرا رب دعاؤں کا سنتے والا ہے

(سورۃ ابراہیم: 39)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تم میں سے ہر شخص کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک وہ جلد بازی نہ کرے اور یہ (نہ) کہے: میں نے اپنے رب سے دعا کی تو اس نے مجھے میری دعا کا جواب نہیں دیا (میری دعا قبول نہیں کی) (صحیح مسلم: 6935)

یہ دعاء بے اولاد جوڑوں کے لیے، بہترین دعا ہے جو بہت سالوں کی کوشش کے باوجود اولاد سے محروم ہیں۔ ہمیں حضرت زکریا علیہ سلام کی اس دعا سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر نیک اعمال کیے جائیں اور اس کے ساتھ اللہ سے گڑگڑا کر، عاجزی سے دعا کی جائے تو مجزرے ہو جاتے ہیں۔ جب بڑھا پے میں حضرت ابراہیم علیہ سلام کو اولاد کی خوشخبری ملی تو وہ کہنے لگے

وَمَن يُقْنَطُ مِن رَّحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ

اپنے رب کی رحمت سے ناامید تو صرف گمراہ اور بکے ہوئے لوگ ہی ہوتے ہیں (سورۃ الحجرا: 56)

أَتَعْجِبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ [11:73]



سورة المؤمنون

شیطان سے پناہ کی دعا

رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ
97

وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَن يَخْضُرُونَ
98

اے میرے پورا دگار! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ بلکہ اے میرے رب! میں تو اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ
میرے پاس آئیں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کو نصیحت فرمائی کہ وہ شیطان سے اللہ کی پناہ مانگیں کیونکہ صرف اللہ ہی ہے جو ہمیں شیطان کے مذموم
منصوبوں اور سازشوں سے بچا سکتا ہے۔ اللہ نے قرآن میں ہمیں کئی بار خبردار کیا ہے کہ شیطان سے بچو، وہ تمہارا کھلاد شمن ہے۔

اے ایمان لانے والوں! تم پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلاد شمن ہے

(سورۃ البقرۃ: 208)

آدم علیہ سلام کی تخلیق کے دن سے ہی شیطان ہمارا کھلاد شمن بن گیا۔ وہ اسقدر مغور اور حاصل تھا کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا کہ وہ ضرور
تمام انسانوں کو گمراہ کرے گا۔

(شیطان) بولا، "اچھا تو جس طرح تو نے (یعنی اللہ نے) مجھے گمراہی میں بنتا کیا ہے میں بھی اب تیری سیدھی راہ پر ان انسانوں کی گھات میں لگا
رہوں گا۔ پھر میں ان پر حملہ کروں گا ان کے سامنے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں اور بائیں جانب سے اور تو ان کی اکثریت کو شکر
گزارنہ پائے گا۔ (سورۃ الاعراف: 16-17)

غور کیجیے کہ شیطان نے کہا کہ وہ "سید ہے راستے" پر بیٹھے گا اس کا مطلب ہے کہ وہ لوگ جو اللہ کی طرف سے ہدایت پر ہیں، "صراط المستقیم" پر
ہیں انہیں شیطان کے حملے سے سب سے زیادہ خطرہ ہے۔ اللہ ﷺ نے قرآن مجید میں آدم علیہ سلام کی کہانی اتنی تفصیل کے ساتھ اس لیے بیان کی
ہے تاکہ ہم شیطان کی عداوت کو سمجھیں اور اس کی وسوسوں سے خود کو بچائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:



شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے (صحیح مسلم: 5678)

شیطان بہت مکار ہے اس نے ٹھنڈا لی ہے کہ وہ انسان کو اللہ کی راہ سے بھٹکا کر اسے تباہ و بر باد کر کے چھوڑے گا۔ اور ہم بھی زیادہ تر اس کے وسوسوں کو سن کر اس کی پیروی کرنے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءامَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوتَ الشَّيْطَنِ ۚ وَمَن يَتَّبِعُ خُطُوتَ الشَّيْطَنِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ
بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ

اے ایمان والوں! شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو اور جو کوئی شیطان کے نقش قدم کی پیروی کرے گا تو شیطان اسے بے حیائی اور برائی ہی کا حکم دے گا (سورہ النور: 21)

آخرت کے دن جب تمام فیصلے ہو چکے ہوں گے اور شیطان اپنے پیروکاروں کو بر باد کر چکا ہو گا تو ان سے کہے گا:

حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے جو وعدے تم سے کئے تھے وہ سب سچے تھے اور میں نے جتنے وعدے کئے ان میں سے کوئی بھی پورا نہ کیا۔ میرا تم پر کوئی زور نہیں تھا میں نے تو صرف تمہیں اپنے راستے کی طرف دعوت دی اور تم نے میری دعوت قبول کر لی۔ اب مجھے ملامت نہ کرو، اپنے آپ ہی کو ملامت کرو۔ یہاں نہ میں تمہاری فریاد رسی کر سکتا ہوں اور نہ تم میری۔ اس سے پہلے جو تم نے مجھے خدائی میں شریک بنار کھاتا ہا، میں اس سے بری الذمہ ہوں، ایسے خالموں کے لئے تود دنا ک سزا یقینی ہے

(سورہ ابراہیم: 22)

اس دنیا میں جس نے بھی اللہ کا راستہ چھوڑ کر شیطان کی پیروی کی، اس نے در حقیقت شیطان کو اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ٹھہرایا۔ اور قیامت کے دن وہی شیطان اپنے پیروکاروں کا انکار کر کے، انہیں بے بس چھوڑ دے گا۔

اب سوال یہ ہے کہ ہم کس طرح شیطان اور اس کی وسوسوں کو اپنی زندگی سے دور رکھیں۔ سب سے پہلے تو قرآن و سنت پر عمل کرنا اور ہر وقت شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے سے ہم شیطان کے وسوسوں سے بچ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اور اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ کی پناہ طلب کرو یقیناً وہ بہت ہی سنتے والا اور جانے والا ہے۔

(سورہ الفصلت: 36)

اللہ سبحان و تعالیٰ نے اہل تقویٰ کی یہ نشانی بتائی ہے کہ وہ شیطان کے حملوں سے چوکے رہتے ہیں، متقیٰ لوگوں پر بھی شیطان کا حملہ ہو سکتا ہے لیکن جیسے ہی انہیں شیطان کا وسوسہ چھوتا ہے وہ اس کی پیروی نہیں کرتے بلکہ شیطان کی مکاری کو سمجھ کر اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔

وَإِمَّا يَنْزَعَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَنِ نَزْعٌ فَاسْتَعِدْ بِاللَّهِ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ إِنَّ الَّذِينَ آتَقْوَا إِذَا مَسَّهُمْ
طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَنِ تَدَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ

اور اگر شیطان کی طرف سے تمہارے دل میں کسی طرح کا وسوسہ پیدا ہو تو خدا سے پناہ مانگو۔ بے شک وہ سنتے والا (اور) سب کچھ جانے والا ہے۔ حقیقت میں جو لوگ متقیٰ ہیں ان کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ کبھی شیطان کے اثر سے کوئی بر اخیال اگر انہیں چھو بھی جاتا ہے تو فوراً چوکے ہو جاتے ہیں اور پھر انہیں صاف نظر آنے لگتا ہے کہ ان کے لیے صحیح طریق کار کیا ہے (سورۃ الاعراف: 201-200)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:



جب انسان آیت سجدہ تلاوت کرتا اور سجدہ کرتا ہے، تو شیطان روتا ہو الگ ہو جاتا ہے، اور کہتا ہے: ہائے! ابن آدم کو سجدہ کا حکم ہوا، اس نے سجدہ کیا، اب اس کے لیے جنت ہے، اور مجھ کو سجدہ کا حکم ہوا، میں نے انکار کیا، میرے لیے جہنم ہے۔

(سنن ابن ماجہ: 1052، صحیح)

سورۃ المؤمنون کی یہ دعا شیطان کے وسوسے سے پناہ مانگنے کی بہترین دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے اہل خانہ کو شیطان کے حملوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔



مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ [114:6]

جلتے ہوئے انگارے



109

رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَازْحَمْنَا وَأَنْتَ حَيْدُ الرَّاحِمِينَ

اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے، ہمیں معاف کر دے، ہم پر رحم فرماء، تُوب سب مہربانوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے

قیامت کے روز کافر اللہ تعالیٰ سے دوسرا موقع مانگیں گے کہ ایک بار ہمیں دوزخ سے نکال دے لیکن اللہ تعالیٰ ان سے کہیں گے:

اب تم ذلیل و خوار ہو کر اسی (جہنم) میں پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔ تم وہی لوگ تو ہو کہ میرے کچھ بندے جب کہتے تھے کہ ”اے ہمارے پروردگار، ہم ایمان لائے، ہمیں معاف کر دے، ہم پر رحم کر، تُوب سب مہربانوں سے زیادہ رحم ہے۔“ تو تم نے ان کا مذاق بنالیا۔ یہاں تک کہ ان کی ضد نے تمہیں یہ بھی بھلا دیا کہ میں بھی کوئی ہوں اور تم ان پر ہنستے رہے۔

(سورۃ المؤمنون: 108-110)

کافروں نے ان کا مذاق اڑایا اور ان پر ہنستے رہے لیکن یہ اللہ کے بندے اللہ تعالیٰ سے رحم مانگتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج ان کے اس صبر کا میں نے یہ پھل دیا ہے کہ وہی (لوگ) کامیاب ہیں

(سورۃ المؤمنون: 111)

جب بھی کوئی اللہ تعالیٰ کے احکامات پر چلنے کی کوشش کرے گا تو اس کا راستہ مشکل ہوتا جائے گا۔ خاص طور پر آج کل ہمارے ارد گرد کا محول ایسا ہو گیا ہے کہ دین پر چلنا اور سیدھے راستے پر رہنا ناممکن ہوتا جا رہا ہے۔ جو بھی دین پر چلنا چاہتا ہے تو لوگ اسے طنز و مزاح کا نشانہ بناتے ہیں۔ کبھی کبھی تو اپنے گھر والے اور دوست ہی خلاف ہو جاتے ہیں۔ اور یہی اصل امتحان ہے، کہ کیا وہ اس طنز و مزاح سے بچنے کے لیے اللہ کی راہ چھوڑ دیتا ہے یا صراط مستقیم پر قائم رہتا ہے؟ انبیا کرام کی زندگیاں دیکھیں تو لوگوں نے ان کا مذاق اڑایا، ان کو مجنون اور جادو گر کہا:

يَحْسِرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِم مِّنْ رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهِنُونَ

افسوس بندوں کے حال پر! جو رسول بھی ان کے پاس آیا اس کا وہ مذاق ہی اڑاتے رہے۔

(سورۃ قیم: 30)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:



لوگوں پر ایک ایسا مانہ آئے گا کہ ان میں اپنے دین پر صبر کرنے والا آدمی اس شخص کی طرح ہو گا جس نے ہاتھ میں جلتا ہوا کوئی پکڑ رکھا ہو (جامع الترمذی: 2260، حسن)

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ کی اطاعت پر صبر کرتے ہیں اور اللہ سے رحم کی دعائیں کرتے رہتے ہیں، وہی لوگ آخرت میں کامیابی کے مستحق ہیں۔



فَمُطْوَبٌ لِّلْغُرَبَاءِ



سورة الفرقان

عبدالرحمن کی دعا



رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۝ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ حَرَامًا



إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقْرَأً وَمُقَاماً

اے ہمارے رب! ہم سے عذاب جہنم کو پھیر دے یقیناً اس کا عذاب چٹ جانے والی شے ہے۔ یقیناً وہ بہت بری جگہ ہے مستقل ٹھکانے کے لیے اور عارضی قیام کے لیے بھی

سورۃ فرقان میں اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے خاص بندوں (عبدالرحمن) کی خصوصیات بتاتے ہیں۔ یہ اللہ کے عاجز بندے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی اور عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں (سورۃ الفرقان: 63)

پھر اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں کی دعاؤں کے بارے میں بتاتے ہیں، ان کی دعاؤں میں سے ایک دعاء مندرجہ بالا دعا ہے۔ اس دعائیں یہ لوگ جہنم کی آگ سے حفاظت طلب کرتے ہیں۔ یہ دعا بھی ان لوگوں کی عاجزی کا اظہار ہے، یہ اللہ کے بہترین عبادت گزار بندے ہیں، اللہ سبحان و تعالیٰ بھی انہیں عبد الرحمن (رحمٰن کے خاص بندے) کہتا ہے، اس کے باوجود یہ لوگ جہنم کی آگ سے سخت خوفزدہ ہیں۔ ان کی عبادت نے ان کے دلوں میں نیکی کا تکبیر اور غرور نہیں پیدا کیا۔ بنی اسرائیل (یہودیوں) کو اپنی نیکی کا اس قدر تکبیر تھا کہ وہ سمجھتے تھے کہ دوزخ کی آگ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا پائے گی۔

وہ کہتے ہیں کہ دوزخ کی آگ ہمیں ہرگز چھوٹے والی نہیں ہے۔ سو اے اس کے کہ چند روز کی سزا مل جائے تو مل جائے۔ (سورۃ البقرۃ: 80)

سچا مومن کبھی یہ گمان نہیں کرے گا کہ وہ بہت نیک اور متقدی بن گیا ہے اور اب وہ جہنم کی آگ سے آزاد ہے۔ اکثر مسلمان اس بات میں اطمینان محسوس کرتے ہیں کہ کیا ہوا اگر کچھ دن کے لیے دوزخ میں چلے بھی گئے تو آخر کار تمام مسلمان جنت میں چلے جائیں گے۔ لیکن ہمیں اس دعا سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں ہر وقت جہنم کی آگ سے پناہ مانگنی چاہیے، جہنم ایک بہت ہی تکلیف دہ مقام ہے چاہے چند لمحوں لے لیے ہی ہو۔

وَلَئِنْ مَسْتَهِمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابٍ رَّبِّكَ لَيَقُولُنَّ يَوْئِلَنَا إِنَّا كُنَّا ظَلَّمِينَ

اور اگر ان کو تمہارے رب کے عذاب (یعنی جہنم) کا ایک بھبھا (جھونکا) بھی پہنچے تو کہنے لگیں کہ ہائے کم بختی بے شک ہم ہی ظالم تھے
 (سورۃ الانبیاء: 46)

اَمِ الْمُؤْمِنِينَ عَاشَهُ صَدِيقَهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ بَلَى كَيْا كَهْ : نَبِيُّ كَرِيمٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پِناَهَ مَانَگَ کَرْتَهُ تَحْتَهُ

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ
 مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ



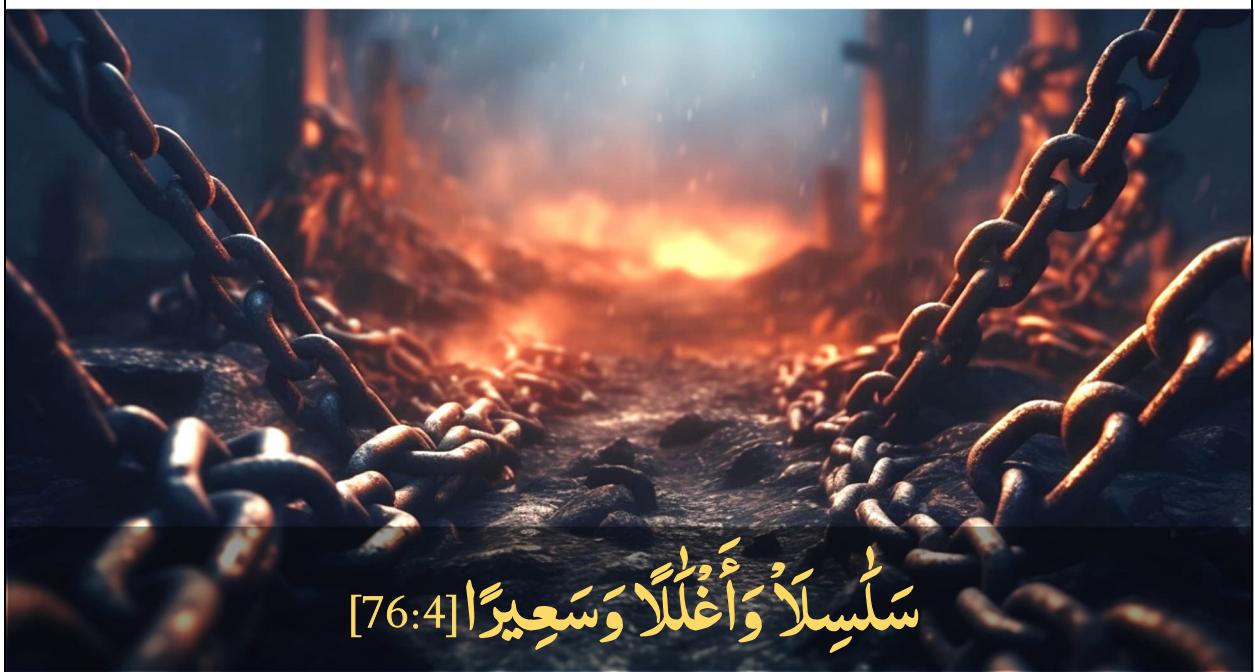
"اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں دوزخ کی آزمائش سے، دوزخ کے عذاب سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کی آزمائش سے اور
 تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے" (صحیح البخاری: 6376)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی تشهید پڑھ لے تو چار چیزوں سے اللہ کی پناہ طلب
 کرے



اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ
 فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ

اے اللہ! میں جہنم کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے اور زندگی اور موت میں آزمائش سے اور مسیح دجال کے فتنے کے شر
 سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (صحیح مسلم: 1324)



سَلِّسِلًا وَأَغْلَلًا وَسَعِيرًا [76:4]

شریک حیات اور اولاد کے لیے دعا



رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجَنَا وَذُرِّيَّاتَنَا قُرْةً أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا

اے ہمارے رب، ہمیں اپنے شریک حیات (بیویوں / شوہروں) اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرم اور ہم کو پر ہیز گاروں کے لیے امام (یعنی بہترین مثال) بن۔

عبدالرحمن کی ایک اور خوبصورت دعا۔ ہم نے چھلی دعائیں دیکھا کہ اللہ کے یہ فرمانبردار بندے کس طرح دوزخ کی آگ سے خوفزدہ ہیں اور اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ جب انسان کا ایمان آخرت کے بارے میں اسقدر پختہ ہو جائے جیسے وہ جنت اور جہنم کو اپنی انکھوں سے دیکھ سکتا ہے تو ایسا شخص اضطراب کی حالت میں ہوتا ہے۔ وہ صرف اپنے لیے ہی نہیں بلکہ اپنے پیاروں کے لیے بھی خوفزدہ ہوتا ہے۔ اس دعائیں اللہ کے یہ بندے اپنے اہل خانہ کے بارے میں فکر مند ہیں، کہ اللہ تعالیٰ ان کے اہل خانہ کو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنادے یعنی ان کے شریک حیات اور بچے اللہ ﷺ کے فرمانبردار بنیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان کے اہل و عیال دین میں اتنا اعلیٰ مرتبہ حاصل کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں نیک اور متقی لوگوں کے لیے اعلیٰ مثال بنادیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے (سورۃ التحریم: 6)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا:

"اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شریک حیات اور اولاد مانگیں جو اللہ کی اطاعت کے لئے کوشش رہیں اور دنیا اور آخرت میں خوشی کا باعث بنیں۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جنت کے باغوں میں بھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ رہیں اور ان کی اولاد ان کے لیے صدقہ جاریہ اللہ کے نیک بندوں کی خواہش ہوتی ہے کہ یہ جنت کے باغوں میں بھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ رہیں اور ان کی اولاد ان کے لیے صدقہ جاریہ بنے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :



"جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل بھی ختم ہو جاتا ہے سوائے تین اعمال کے (جن سے اسے مرنے کے بعد بھی فائدہ پہنچتا ہے) ایک صدقہ جاریہ، دوسرا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں، تیسرا نیک اور صالح پیٹا جو اس کے لیے دعا کرتا ہے۔"

(سنن نسائی: 3681، صحیح)

یہ دعا ان تمام لوگوں کے لیے ہے جو اپنی ازدواجی زندگی میں پریشانیوں کا شکار ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے شریک حیات کو اس دنیا میں اور آخرت میں ان کے لیے خوشی کا باعث بنائے۔ اور وہ لوگ بھی جو اولاد کو دین کے راستے پر لانے کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ سب سے زیادہ پر سکون اور خوشحال گھرانے والی ہیں جہاں گھر کے تمام افراد اللہ کے حکم کے تابع ہوں۔

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَأَدْخُلُوهَا خَالِدِينَ [39:73]



سورة الشعرا

میرا رب میرے ساتھ ہے

إِنَّ مَعَيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ 62

یقیناً میرا رب میرے ساتھ ہے جو ضرور مجھے راہ دکھائے گا

جب حضرت موسیٰ علیہ سلام اپنی قوم (بني اسرائیل) کے ساتھ مصر سے نکلنے تو فرعون کی فوجوں نے ان کا پیچھا کیا۔ یہاں تک کہ وہ سمندر پر آن پہنچے، اب ان کے ایک طرف فرعون کی فوج تھی اور دوسری طرف سمندر۔ اس وقت:

موسیٰ (علیہ سلام) کے ساتھیوں نے کہا کہ اب تو ہم پکڑے گئے

(سورہ الشعرا: 61)

لیکن موسیٰ علیہ سلام کو پورا یقین تھا کہ ان کا رب انہیں کبھی بھی اکیلا نہیں چھوڑے گا انہوں نے اسی موقع پر مزکورہ بالا بات کی۔ اس سے حضرت موسیٰ علیہ سلام کا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور توکل صاف ظاہر ہے۔ اس سخت مشکل میں بھی جب نچنے کا کوئی راستہ نظر نہ آتا تھا حضرت موسیٰ علیہ سلام جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کی رہنمائی کرے گا اور انہیں ضرور راستہ دکھائے گا۔ اللہ ﷺ سورۃ طلاق میں فرماتے ہیں:

وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلُ لَهُ مَخْرِجًا

اور جو شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا اللہ اس کے لیے (مشکلات سے) نکلنے کا راستہ پیدا کر دے گا۔

(سورہ طلاق: 2)

جب انسان اللہ تعالیٰ پر، الرحمن الرحیم پر ایسے بھروسہ کرتا ہے جیسے حضرت موسیٰ نے کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے کو اپنے خاص محبزوں کے زریعے مشکلات سے نکالتا ہے:

تو ہم نے وحی کی موسیٰ کی طرف کہ سمندر کو اپنے عصا کے ساتھ ضرب لگاؤ تو وہ پھٹ کیا اور ہر حصہ ایک بہت بڑے پہاڑ کی طرح ہو گیا

(سورہ الشعرا: 63)



إِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهُدِّيْنِ [26:62]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ توکل پہلے بھی دیکھنے کو ملتا ہے جب حضرت موسیٰ سے مصر میں قتل ہو گیا اور آپ مدین کی طرف نکلے، بغیر کسی شہارے کے، اس وقت بھی آپ کو پوری امید تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سیدھی راہ دکھائے گا۔

عَسَى رَبِّيْ أَنْ يَهُدِّيْنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ

امید ہے میرا رب سیدھے راستے کی طرف میری راہنمائی کرے گا

(سورۃ القصص: 22)

اللہ سبحان و تعالیٰ کی ذات پر اسقدر توکل اور بھروسہ انبیاء کرام کی سنت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ سلام نے بھی کچھ ایسا ہی کہا، جب انہیں اپنے ہی لوگوں نے شہر سے نکال دیا۔ حضرت ابراہیمؑ بے گھر ہو گئے، ان کے پاس جانے کے لیے کوئی جگہ نہیں تھی۔ شہر، گھر، ماں باپ، قبیلہ سب چھٹ گئے لیکن انہیں اللہ ﷺ پر بھروسہ تھا:

وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَى رَبِّي سَيِّدِيْنِ

ابراہیمؑ نے کہا ”میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں، وہی میری راہنمائی کرے گا“

(سورۃ الصافات: ۹۹)

جب بھی زندگی میں انسان کو اپنا آپ اکیلا محسوس ہو، بھٹکا ہوا محسوس ہو اور یوں لگے کہ کوئی راستہ نہیں مل رہا تو حضرت موسیٰ علیہ سلام کی طرح اللہ پر بھروسہ رکھیں کہ میرا رب مجھے راستہ ضرور دکھانے گا۔

حکمت اور نیک صحبت



رَبِّ هَبْ يٰ حُكْمًا وَالْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ

اے میرے رب! مجھے حکمت عطا کرو اور مجھ کو صالح بندوں کے ساتھ ملا

اس دعا میں حضرت ابراہیم علیہ سلام اللہ تعالیٰ سے دو انمول نعمتیں مانگ رہے ہیں۔

حکمت: حکمت اللہ ﷺ کا ایک تحفہ ہے لیکن ہم میں سے اکثر لوگ اس عظیم نعمت کی اہمیت کو نہیں سمجھتے ہیں۔ اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

وہ جس کو چاہتا ہے، حکمت عطا کرتا ہے اور جس کو حکمت ملی، اسے حقیقت میں بہت بڑی دولت مل گئی۔ ان باтолیں سے صرف وہی لوگ سبق لیتے ہیں جو دانشمند ہیں (سورۃ البقرۃ: 269)

حضرت ابراہیم علیہ سلام جب خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھارہ ہے تھے:

اے ہمارے رب! ان لوگوں میں انہی کی قوم میں سے رسول بھیج، جو ان کے پاس تیری آیتیں پڑھے، انہیں کتاب و حکمت سکھائے

(سورۃ البقرۃ: 129)

یہاں "کتاب" سے مراد قرآن کا علم ہے، اور "حکمت" سے مراد دانشمندی، عقل اور منطق ہے جس کے زرعیے قرآن کی صحیح سمجھ بوجھ حاصل کی جائے اور قرآن پر عمل کیا جاسکے۔ اگر "کتاب" علم ہے تو "حکمت" عمل ہے۔ اگر حکمت نہ ہو تو علم کا کوئی فائدہ نہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا:



حد (رشک) کرنا صرف دو ہی آدمیوں کے ساتھ جائز ہو سکتا ہے۔ ایک تو اس شخص کے ساتھ جسے اللہ نے مال دیا اور اسے حق اور مناسب بھجوں میں خرچ کرنے کی توفیق دی۔ دوسرا اس شخص کے ساتھ جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت دی اور وہ اپنی حکمت کے مطابق حق فیصلے کرتا ہے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیتا ہے۔ (صحیح بخاری: 1409)

نیک صحبت: دوسری چیز جو حضرت ابراہیمؑ نے اس دعا میں طلب کی ہے وہ دنیا اور آخرت میں نیک لوگوں کی صحبت ہے۔ نیک دوست بھی اللہ تعالیٰ کا انعام ہوتے ہیں جو ہدایت تک پہنچنے اور اس راستے پر قائم رہنے میں ہمارا سہارا اور ہماری طاقت بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین سے وعدہ کیا ہے کہ انہیں دنیا اور آخرت میں نیک صحبت عطا فرمائے گا۔

وَالَّذِينَ ءامَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے ہم انہیں لازماً صالحین میں داخل کریں گے

(سورہ الائکوت: 9)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا:



نیک صحبت اور بُری صحبت کی مثال مشک بردار اور بھٹی دھونکنے والے کی طرح ہے، مشک بردار یا تم کو تختے کے طور پر مشک دے دے گا یا تم اس سے خرید لو گے، ورنہ کم از کم تمہیں اس سے اچھی خوشبوائے گی اور بھٹی دھونکنے والا یا تو (چنگاریوں سے تمہارے کپڑے جلائے گا) یا تمہیں (اس سے) بدبوائے گی۔ (صحیح المسلم: 6692)

یعنی دنیا میں اچھی صحبت آپ کو ہمیشہ فائدہ پہنچائے گی اور آپ کے ساتھ اچھی خوشبوکی طرح رہے گی، اس کے بر عکس بری صحبت آپ کو ہر حالت میں نقصان پہنچائے گی۔ نیک دوست جو اللہ کی رضا کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں قیامت کے دن اللہ کے تخت کے سامنے میں اکٹھے ہو جائیں گے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:



اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: "میری عظمت کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج میں انہیں اپنے سائے میں رکھوں گا آج کے دن جب میرے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہیں۔" (صحیح المسلم: 6548)

صحابہ کرام کو رسول اللہ ﷺ کی محبت بہت محبوب تھی، وہ اس دنیا میں تو نبی پاک ﷺ کے ساتھ تھے ہی اور آخرت میں بھی آپ ہی کی محبت چاہتے تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: "تم نے اس کے لیے کیا تیار کر رکھا ہے؟" اس نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔ آپ نے فرمایا: "تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے تم کو محبت ہے۔" (صحیح المسلم: 6710)

دنیا میں نیک محبت کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ آخرت والے دن جب مؤمنین جنت میں پہنچ جائیں گے تو وہ اپنے دنیا کے دوستوں کے لیے شفاعت کریں گے اور ان کی شفاعت قبول کی جائے گی:

وَكَبِيرُكُمْ كَمَا هَمَارَ بِهِ جَاهَنَّمَ بَهِيَّ هَمَارَ سَاتِهِ نَمازٌ پُرِّتَتْهُ تَهْ وَهَمَارَ سَاتِهِ رَكْعَةً تَهْ وَهَمَارَ سَاتِهِ دَوْسِرَ (نِيَكَ) اِعْمَالَ كَرْتَتْهُ تَهْ (اَنَّ كَوْ بَهِيَ دَوْزِخَ سَهْ نَجَاتَ فَرْمَا) چَنَّاچَهِ اللَّهُ تَعَالَى فَرْمَأَنَّهُ گَاهَ كَهْ جَاؤَ اَوْرَ جَسَ كَهْ دَلَ مِنْ اِيَكَ اِشْرَنِيَ كَهْ بَرَبَرَ بَهِيَ اِيمَانَ پَادَهُ اَسَهْ دَوْزِخَ سَهْ نَكَالَ لَوْ اَوْرَ اللَّهَ انَّهُ كَهْ چَهَروُنَ كَوْ دَوْزِخَ پَرَ حَرَامَ كَرْدَهُ گَاهَ۔ چَنَّاچَهِ وَهَآئِيَنَ گَاهَ اَوْ دَيَكِيَسِنَ گَاهَ كَهْ بَعْضَ كَالَّوْ جَهَنَّمَ مِنْ قَدْمَ اَوْ آدَهُ بَنَذَلِيَ جَلِيَ ہَوَيَ ہَے۔ چَنَّاچَهِ جَنَّهِنَ وَهَپَچَانِيَنَ گَاهَ اَنَّهِنَ دَوْزِخَ سَهْ نَكَالَ لَيَسَ گَاهَ، چَهَرَوَهَ اَپِسَ آئِيَنَ گَاهَ اَوْرَ اللَّهُ تَعَالَى انَّهُ فَرْمَأَنَّهُ گَاهَ كَهْ جَاؤَ اَوْرَ جَسَ كَهْ دَلَ مِنْ آدَهُ اِشْرَنِيَ كَهْ بَرَبَرَ بَهِيَ اِيمَانَ ہَوَسَ بَهِيَ نَكَالَ لَاوَهَ۔ چَنَّاچَهِ جَنَّهِنَ كَوْ وَهَ پَچَانَتَهُنَ ہَوَنَ گَاهَ انَّ كَوْ نَكَالَ لَيَسَ گَاهَ۔ چَهَرَوَهَ اَپِسَ آئِيَنَ گَاهَ اَوْرَ اللَّهُ تَعَالَى فَرْمَأَنَّهُ گَاهَ كَهْ جَاؤَ اَوْرَ جَسَ كَهْ دَلَ مِنْ ذَرَهَ بَرَبَرَ اِيمَانَ ہَوَسَ بَهِيَ نَكَالَ لَاوَهَ۔ چَنَّاچَهِ جَنَّهِنَ كَوْ وَهَ پَچَانَتَهُنَ ہَوَنَ گَاهَ۔

(صحیح البخاری: 7439)

اللہ تعالیٰ ہمیں حکمت عطا فرمائے تاکہ ہم قرآن حکیم کو صحیح معنی میں سمجھ کر اپنی زندگیاں قرآن کے احکامات کے مطابق گزار سکیں۔ اللہ سبحان تعالیٰ ہمیں دنیا اور آخرت میں نیک محبت عطا فرمائے، ایسی محبت جو نیک راستے پر چلنے میں ہماری مدد کرے اور آخرت میں بھی اللہ ہمیں نبی پاک ﷺ اور صحابہ کرام کی محبت عطا فرمائے۔ آمین یا رب۔



آنے والی نسلوں میں نیک نامی

84

وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ

اور آنے والی نسلوں میں مجھ کو سچی ناموری عطا فرماء

ابن کثیر کی تفسیر کے مطابق حضرت ابراہیمؑ نے یہ دعا اس لیے کی تاکہ ان کے دنیا سے جانے کے بعد آنے والی نسلیں قیامت تک انہیں اپھے لفظوں میں یاد کر سکیں۔ آنے والی نسلوں کے لیے ان کا عمل ایک اعلیٰ مثال بن جائے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کی یہ دعا سن لی۔ سورۃ الصافات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اور اس کی تعریف و توصیف ہمیشہ کے لیے بعد کی نسلوں میں چھوڑ دی۔ سلام ہو ابراہیمؑ پر۔ ہم نیکوکاروں کو اسی طرح بدل دیتے ہیں

(سورۃ الصافات: 108-110)

اس دعا کی طاقت آج بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام سے ہر مذہب کے لوگ عقیدت اور محبت رکھتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی وفات کے ہزاروں سال گزر جانے کے بعد بھی لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت کم نہیں ہوئی۔ خانہ کعبہ، زمزم، سعی، مقام ابراہیم، قربانی، عید الاضحیٰ یہ سب کچھ ہمیں حضرت ابراہیمؑ کی یاد دلاتا ہے۔ ہم جب بھی حضرت محمد ﷺ پر درود و سلام بھیجتے ہیں تو ہم حضرت ابراہیمؑ کو بھی یاد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں قیامت تک کے لیے تمام نسلوں کے لیے ایک خوبصورت مثال بنادیا۔

ہمیں بھی یہ دعا کرنی چاہیے تاکہ آنے والی نسلیں ہمیں اچھے الفاظ میں یاد کریں تاکہ ہم اپنی آنے والی نسلوں کے لیے اچھی مثال چھوڑ سکیں۔ تاکہ ہم اپنی اولاد اور آنے والی نسلوں کے لیے وہ چراغ بن سکیں جس کی روشنی میں وہ اللہ سبحان و تعالیٰ تک پہنچ سکیں۔ ہم وقت کی ریت میں ایسے نشان چھوڑ سکیں جن پر چل کر ہماری آنے والی نسلیں ہدایت پائیں اور ہمارے لیے صدقہ جاریہ بن سکیں۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی یتیکی کا پتہ بتایا، اس کے لیے

(بھی) نیکی کرنے والے کے جیسا اجر ہے

(صحیح المسلم: 4899)





إِنْ كَانَ لِيْ قَرِينٌ ...
[37:51]



جنت کی دعا

وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ 85

اور مجھے جنت نعیم کے وارثوں میں شامل فرما

سورہ الشراء میں حضرت ابراہیم علیہ سلام، اللہ تعالیٰ سے جنت میں نعمتوں والے خوبصورت باغات کے لئے دعا کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ سلام، اللہ کے "خلیل" (قریبی دوست) تھے۔ ہمیں پورا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں اعلیٰ ترین باغات عطا فرمائے گا۔ لیکن ہم ان باغات کو حاصل کرنے کے لئے کیا کریں؟ اللہ کی جنت بہت مہنگی اور نعمتی ہے، اسے محنت سے کمایا جاتا ہے۔ اللہ کی راہ میں جدوجہد اور سچے دل سے دعا ہمیں اللہ کی جنت تک پہنچا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الواقعہ میں ہمیں "السابقون" کے بارے میں بتاتا ہے۔

اور آگے نکل جانے والے تو ہیں ہی آگے نکل جانے والے۔ وہی تو مقرب لوگ ہیں۔ نعمتوں والی جنتوں میں ہیں۔ یہ بڑی تعداد میں ہوں گے پہلوں میں سے۔ اور تھوڑے ہوں گے پچھلوں میں سے۔ (سورۃ الواقعہ: 10-14)

السابقون (آگے والے)، یعنی ریس میں آگے نکل جانے والے، وہ لوگ ہیں جو نیکی کے کاموں میں سب سے آگے رہتے ہیں۔ یہ لوگ نیکیوں میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے میں سبقت لے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پہلے کی نسلوں میں بہت زیادہ اور بعد کے لوگوں میں کم ہوئے لیکن علمائی رائے کے مطابق ہر نسل میں سابقون پیدا ہوتے ہیں جو اپنی محنت اور دعاؤں سے اللہ کے نعمتوں والی جنت کے اصل حقدار بنتے ہیں۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :



"جو اللہ تعالیٰ سے تین بار جنت مانگتا ہے تو جنت کہتی ہے: اے اللہ! اسے جنت میں داخل کر دے، اور جو تین مرتبہ جہنم سے پناہ مانگتا ہے تو جہنم کہتی ہے: اے اللہ! اس کو جہنم سے نجات دے۔" (جامع الترمذی: 2572، صحیح)

رسول پاک ﷺ نے ہمیں نصیحت فرمائی کہ ہم جب بھی اللہ تعالیٰ سے جنت کی دعائیں، جنت کا اعلیٰ ترین مقام یعنی "جنت الفردوس" مانگیں۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لوگوں کو چھوڑ دو، وہ عمل کرتے رہیں، اس لیے کہ جنت میں سو درجے ہیں اور ایک درجہ سے دوسرے درجہ کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا کہ زمین و آسمان کے درمیان کا فردوس جنت کا اعلیٰ اور سب سے اچھا درجہ ہے، اسی کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں بہتی ہیں، للذاجب تم اللہ سے جنت مانگو تو جنت الفردوس مانگو" (جامع الترمذی: 2530، صحیح)

جہنم کی رسوانی

وَلَا تُحْزِنْ فِي يَوْمَ يُبَعَثُونَ

87

اور مجھے اس دن رسوانہ کرنا جب سب لوگ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے

یہ دعا بھی سورۃ الشعرا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی لمبی دعا کا حصہ ہے، اس میں حضرت ابراہیم، اللہ تعالیٰ سے روز قیامت رسوانی سے بچنے کی دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس ذلت اور رسوانی کا ذکر فرماتے ہیں

کیا وہ جانتے نہیں کہ جو کوئی بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرے گا تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔
یہ بہت بڑی رسوانی ہے (سورۃ القوبۃ: 63)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس دن کی رسوانی سے بچائے جس دن اپنے جسم کے اعضا بھی ساتھ چھوڑ دیں گے اور ہمارے خلاف گواہی دیں گے۔

ہم آج کے دن ان کے منھ پر مہریں لگادیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باقیں کریں گے اور ان کے پاؤں گواہیاں دیں گے، ان کاموں کی جوہہ کیا کرتے تھے۔ (سورۃ میں: 65)

انہیں انہیں ذلت آمیز انداز میں آگ میں پھیکا جائے گا۔

جس روز یہ منہ کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے، اس روز ان سے کہا جائے گا کہ اب چکھو جہنم کی لپٹ کامرا۔ (سورۃ القمر: 48)

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

متکبر (گھنڈ کرنے والے) لوگوں کو قیامت کے دن میدانِ حرث میں چھوٹی چھوٹی چیزوں کے مانند لوگوں کی صورتوں میں لاایا جائے گا، انہیں ہر جگہ ذلت ڈھانپنے رہے گی، پھر وہ جہنم کے ایک ایسے قید خانے کی طرف ہانکے جائیں گے جس کا نام «بولس» ہے۔ اس میں انہیں بھڑکتی ہوئی آگ ابالے گی، وہ اس میں جہنمیوں کے زخموں کی پیپ پئیں گے (جامع الترمذی: 2492، حسن)

اکثر لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ آخر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جہنم کا اتنا بھی انک نقشہ کیوں دکھایا ہے، دراصل یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ہم پر خاص رحم ہے کہ اس نے ہمیں جہنم کے عذاب اور اس کی ذلت کے بارے میں اس قدر تفصیل سے بتایا، تاکہ ہم دو ذخ کی اور آخرت کی رسوانی سے ڈر

جاہیں اور ہم خود کو اس رسوانی سے بچائیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے ہمیں نہ صرف یہ دعا سکھائی بلکہ اس دن کی ذلت سے بچنے کے لیے نصیحت بھی فرمائی:

جس دن کہ مال اور اولاد کچھ کام نہ آئے گی۔ لیکن فالرے والا وہی ہو گا جو اللہ تعالیٰ کے سامنے قلب سلیم (بے عیب دل) لے کر جائے

(سورہ الشراء: 88-89)

اگر اس دن کی ذلت سے بچنا ہے تو اپنے دل کا جائزہ لینا ہو گا۔ قلب سلیم یا بے عیب دل سے مراد وہ دل ہے جو شرک سے پاک ہو۔ یعنی قلب مومن۔ اس لیے کہ کافر اور منافق کا دل بیمار ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں، بدعت سے خالی اور سنت پر مطمئن دل، بعض کے نزدیک دنیا کے مال و متاع کی محبت سے پاک دل اور بعض علماء کے مطابق جہالت کی تاریکیوں اور اخلاقی رذائلوں سے پاک دل۔ یہ سارے مفہوم ہی درست ہیں، اس لیے کہ مومن جب اس دنیا کے کانٹے دار راستے پر چلتا ہے تو اپنے دل کو ہر طرح کے گناہوں کی خراشوں سے بچا کر چلتا ہے، تاکہ جس دن وہ اپنے رب سے ملے اس دن اپنے رب کے حضور ایسا دل پیش کر سکے جو قلب سلیم ہو۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا:



بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو گا سارا بدن درست ہو گا اور جہاں بگڑا سارا بدن بگڑ گیا۔ سن لو وہ ٹکڑا آدمی کا دل ہے۔ (صحیح البخاری: 52)

اپنے دل کا مسلسل تجزیہ کرنا اور اللہ سے سچے دل سے دعا کرنا انسان کو روز قیامت رسوانی سے بچا سکتا ہے۔ سورہ آل عمران میں بھی ہمیں اسی طرح کی دعا ملتی ہے: اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں روز محشر کی رسوانی اور ذلت سے محفوظ رکھے۔ آمین یا رب العالمین



شکر کی توفیق

رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالدَّيْ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأُدْخِلَنِي بِرَحْمَتِكَ فِي

عِبَادَاتِ الصَّالِحِينَ

(19)

میرے رب! تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں اور میرے ماں باپ پر اور میں ایسے نیک اعمال کرتا رہوں جن سے تواریخی ہو، اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرم۔

یہ شکر کی ایک مکمل اور خوبصورت دعا ہے جو کا ذکر سورہ نمل کی آیت 18 میں ہے یہ دعا حضرت سلیمان علیہ سلام نے اس وقت مالگی جب وہ اپنی فوج کے ساتھ چیونٹیوں کی وادی سے گزرے۔ تب ایک چیونٹی نے باقی سب کو فوج کے بارے میں خبردار کرتے ہوئے کہا:

اے چیونٹیو! تم سب اپنے بلوں میں گھس جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اس کے شکر تمہیں کچل کر رکھ دیں اور انہیں اس کا احساس بھی نہ ہو

حضرت سلیمان علیہ سلام نے اس کی یہ بات سن لی اور وہ اس پر مسکرائے اور ہنسنے لگے۔ تبھی انہیں اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کا احساس ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کو بہت بڑی اور عالی شان حکومت عطا فرمائی تھی۔ اور آپ علیہ سلام کو اتنا علم دیا کہ آپ تمام جانوروں یہاں تک کہ چیونٹی جیسی چھوٹی سی مخلوق کی بھی بات سمجھ سکتے تھے۔ حضرت سلیمان اللہ کے تابع دار اور شکر گزار بندے تھے وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری بھی تبھی ہو سکتی ہے اگر اللہ توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں شکوہ فرماتے ہیں

اور (حقیقت یہ ہے کہ) میرے بندوں میں شکر کرنے والے (بہت ہی) کم ہیں (سورہ سبا: 13)

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا اے معاذ! قسم اللہ کی، میں تم سے محبت کرتا ہوں، قسم اللہ کی میں تم سے محبت کرتا ہوں، پھر فرمایا: اے معاذ! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں: ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھنا کبھی نہ چھوڑنا:

اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذُكْرِكَ، وَشُكْرِكَ، وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ

اے اللہ! اپنے ذکر، شکر اور اپنی بہترین عبادت کے سلسلہ میں میری مدد فرمَا (سنن ابو داؤد: 1522، صحیح)



شکر کی آزمائش

هُذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوْنِي أَلَّا شَكَرُ أَمْ أَكْفُرُ ۖ وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ ۖ

وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ 40

یہ میرے رب کے فضل سے ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ کیا میں شکر ادا کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں اور جو کوئی شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی (بھلے کے) لیے کرتا ہے اور جو کوئی ناشکری کرتا ہے تو میرا رب یقیناً بے نیاز ہے بہت کرم کرنے والا

حضرت سلیمان علیہ سلام نے اپنے درباریوں کو حکم دیا کہ قوم سبا کی ملکہ کا تخت لا لیا جائے۔ ان کے دربار کے ایک جن نے کہا:

میں اسے آپ کے پاس لے آتا ہوں اس سے پہلے کہ آپ ۲ اپنی اس مجلس سے اٹھیں اور میں یقیناً اس کام کے لیے طاقت بھی رکھتا ہوں اور امانت دار بھی ہوں (سورۃ النمل: 39)

پھر ایک اور درباری جس کے پاس کتاب کا علم تھا بولا کہ "میں آنکھ جھپکنے سے پہلے اسے لاد دیتا ہوں" جب حضرت سلیمان علیہ سلام نے تخت کو اپنے سامنے دیکھا تھی انہوں نے مندرجہ بالا الفاظ کہے۔ اس وقت اپنی اور اپنے درباریوں کی طاقت پر فخر کرنے کے بجائے انہیں اس بات کا احساس شدت سے ہوا کہ اللہ کی دی ہوئی طاقت اور سلطنت دراصل ایک امتحان ہے۔ اکثر اوقات انسان صرف برے وقت کو امتحان سمجھتا ہے اور اپنے وقت میں غافل ہو جاتا ہے اور بھول بیٹھتا ہے کہ درحقیقت اچھاوت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہی ہے۔

اور ہم اپنے اور بزرے حالات میں ڈال کر تم سب کی آزمائش کر رہے ہیں۔ آخر کار تمہیں ہماری ہی طرف پہنچتا ہے (سورۃ الانبیاء: 35)

انسانی تاریخ میں سب سے سخت آزمائش انبیاء پر آئی ہیں۔ ناصر ف الرحمٰن تعالیٰ نے انہیں سب سے مشکل کام دیا کہ میرا پیغام لوگوں تک پہنچاؤ بلکہ ان کی آزمائشیں بھی سب سے مشکل تھیں۔ حضرت آدم علیہ سلام کو شیطان کے وسوسے سے آزمایا، حضرت نوحؐ کو ایک انہائی فاسق قوم سے آزمایا جن کو نوح علیہ سلام نے 950 سال تک تبلیغ کی اس کے باوجود بھی وہ ایمان نہ لائے، حضرت یعقوبؑ کو اولاد سے آزمایا اور حضرت یویبؓ کو بیماری سے۔ حضرت سلیمانؑ کو بھی سخت آزمائش ملی، بے انتہا دولت، علم اور حکومت کی آزمائش، تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے شکر کو آزماسکے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَأْوَوْدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا ۖ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّنْ عِبَادِهِ

المُؤْمِنِينَ

اور ہم نے داؤد اور سلیمانؑ کو علم عطا کیا تھا اور ان دونوں نے کہا کہ کل شکر اور کل تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت عطا فرمائی (سورۃ النمل: 15)

شکر کا مطلب صرف دل اور زبان سے اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا نہیں بلکہ شکر عمل سے کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اللہ کی خشنودی کے لیے استعمال کرنا اور ان نعمتوں کے معاملے میں اللہ کی نافرمانی سے بچنا ہی اصل شکر ہے۔ اللہ سبحان و تعالیٰ اپنے شکر گزار بندوں سے بہت محبت کرتا ہے۔

اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گناہ چاہو تو (کبھی) گن نہیں سکتے، حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑا ہی در گزر کرنے والا اور رحیم ہے (سورۃ الحج: 18)

اللہ تعالیٰ قرآن کی بہت سی آیات میں اپنے بندے کو شکر گزاری کی نصیحت فرماتے ہیں:

فَادْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونَ

پس تم میرا ذکر کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر کرو میری ناشکری مت کرنا۔ (سورۃ البقرۃ: 152)

شکر اسلام کا ایک بنیادی تصور ہے، قرآن کریم شروع ہی اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر سے ہوتا ہے۔ الحمدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ شکر نہ صرف آخرت میں بلکہ دنیا میں بھی انسان کی نعمتوں میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ۖ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کر دیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ دول گا اور اگر تم کفر کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بھی بہت سخت ہے (سورۃ ابراہیم: 7)

نبی پاک ﷺ نے بھی ہمیں اپنی سنت و عمل سے شکر گزاری سکھائی۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ :



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں رات بھر کھڑے رہے یہاں تک کہ آپ کے دونوں پاؤں سوچ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کی الگی پچھلی تمام خطائیں معاف کر دی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں شکر گزار بندہ نہ ہوں؟ (صحیح البخاری: 4836)

حضرت موسیٰ کی توبہ

رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي ۝
16

اے میرے رب، میں نے اپنے نفس پر ظلم کر دالا، میری مغفرت فرمادے۔

ایک روز حضرت موسیٰ علیہ سلام شہر میں داخل ہوئے توہاں دو آدمی اڑ رہے تھے۔ ایک ان کی اپنی قوم کا تھا اور دوسرا ان کی دشمن قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ ان کی قوم کے آدمی نے دشمن کے خلاف انہیں مدد کے لیے پکارا۔ موسیٰ علیہ سلام نے مداخلت کی اور اس شخص کو گھونسادے مارا جس کی وجہ سے وہ شخص مر گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ سلام اسے مارنا نہیں چاہتے تھے لیکن وہ شخص غلطی سے مارا گیا۔ تبھی اس دعا کے زریعے حضرت موسیٰ نے فوراً اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے معافی طلب فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کو موسیٰ علیہ سلام کی یہ معافی اس قدر پسند آئی کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ختم ہونے سے پہلے ہی موسیٰ علیہ سلام کو معاف فرمادیا۔

بولے کہ اے پروردگار میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تو مجھے بخش دے، تو خدا نے ان کو بخش دیا۔ بیشک وہ بخششے والا مہربان ہے

(سورۃ القصص: 16)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ہمیں بتاتے ہیں کہ جب بھی نبیوں سے کوئی خطا ہوئی انہوں نے فوراً اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور پھر اللہ سبحان و تعالیٰ نے بھی فوری ان کی توبہ قبول کی۔ جیسے ہم نے سورۃ اعراف میں حضرت آدم اور حضرت حواؤ کی استغفار دیکھی، پھر سورۃ انبیاء میں حضرت یونس کی توبہ دیکھی۔ سورۃ ص میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کی توبہ کا ذکر آتا ہے۔ ان تمام واقعات سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ سب سے بہترین توبہ اللہ سبحان و تعالیٰ کے سامنے اپنے غلطیوں اور گناہوں کا مخالصانہ اعتراف کرنا ہے۔ توبہ کی طرف سب سے پہلا قدم یہ ہے کہ انسان ایمانداری کے ساتھ اپنی غلطیوں کا محاسبہ کرے، پھر عاجزی اور افساری کے ساتھ اپنے رب کے سامنے مان جائے کہ وہ گناہگار ہے اور اللہ کی معافی کا طالبگار ہے۔ انبیاء، کرام کی خطابوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس لیے کیا تاکہ ہم تسلی حاصل کر سکیں کہ غلطی اور خطاب کرنا انسان کی فطرت کا حصہ ہے، لیکن اللہ ایسے خطاب کاروں سے محبت کرتا ہے جو اپنی غلطی مان کر اپنے رب کی طرف لوٹ جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:



اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے، اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جس کاونٹ صحرائیں گم گیا ہو اور مایوسی کے بعد اچانک مل جائے۔ (صحیح البخاری: 6309، صحیح)

میرے رب! میں محتاج ہوں

24

رَبِّ إِنِّي لِتَاأْنِزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيلَ

اے میرے رب! جو خیر بھی تو میری جھولی میں ڈال دے میں اس کا محتاج ہوں

جب حضرت موسیٰ علیہ سلام سے مصر میں قتل ہو گیا تو وہ مصر سے بھاگ گئے اور مدین پہنچ گئے۔

اور جب وہ مدین کے کنویں پر پہنچا اس نے اس پر لوگوں کے ایک گروہ کو (اپنے جانوروں کو) پانی پلاتے ہوئے پایا اور اس نے ان سے الگ دو عورتوں کو دیکھا جو (اپنے جانوروں کو) رو کے کھڑی تھیں اس نے کہا: آپ دونوں کا یا معاملہ ہے انہوں نے کہا کہ ہم (اپنے جانوروں کو) پانی نہیں پلا سکتیں جب تک تمام چروہے (اپنے جانور) نکال نہ لے جائیں اور ہمارے والد بہت زیادہ بوڑھے ہیں

(سورۃ القصص: 23)

حضرت موسیٰ نے ان عورتوں کے جانوروں کو پانی پلایا اور پھر سامنے میں جا کے بیٹھ گئے، اس موقع پر موسیٰ علیہ سلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی۔ نوٹ کریں کہ حضرت موسیٰ خود اس وقت سخت محتاجی کی حالت میں تھے، لوگوں سے اپنی ضرورت کا سوال کرنے کے بعد انہوں نے اس موقع پر بھی دوسروں کی مدد کرنے کا سوچا۔ اللہ تعالیٰ سے مانگنے سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ سلام نے نیکی کر کے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے کے قابل بنایا۔ پیشک نیکیاں اللہ تعالیٰ کے حضور دعاویں کی قبولیت کا سبب بنتی ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ سلام بھوکے بھی ہو گئے، بے گھر اور تھکن سے چور لیکن یہ سب مانگنے کے بعد انہوں نے اللہ تعالیٰ سے صرف خیر مانگی۔ یہ بہت حکمت والی دعا ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ سلام نے اللہ سے وہ چیز مانگی جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھلائی ہو۔ اپنی طرف سے کوئی نعمتیں تجویز کرنے کے بعد انہوں نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا۔ انسان کا علم محدود اور اللہ تعالیٰ کا علم لا محدود ہے، انسان کی حکمت محدود اور اللہ تعالیٰ کی حکمت کامل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے خیر اور شر کو ہم سے بہتر جانتا ہے۔

ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو بر اجano اور دراصل وہی تمہارے لئے بھلی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو اچھا سمجھو، حالانکہ وہ تمہارے لئے بری ہو، حقیقی علم اللہ ہی کو ہے، تم محض بے خبر ہو۔

(سورۃ البقرۃ: 216)

نبیوں اور رسولوں کی دعائیں ایسی ہوتی ہیں، وہ ہمیشہ اپنی دعاؤں میں "رحم"، "نصر" اور "خیر" مانگتے تھے۔ کبھی اپنی خواہشات اور ضروریات کی تفصیلات نہیں بتاتے تھے، انہیں معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ علیم اور الخبیر ہے، وہ ہمارے حالات سے خوب واقف ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ ہمارے لیے ان حالات میں خیر کیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ سلام کی دعا اللہ نے قبول فرمائی:

(کچھ دیر نہ گزری تھی کہ) ان دونوں عورتوں میں سے ایک شرم و حیا کے ساتھ چلتی ہوئی اُس کے پاس آئی۔ اور کہنے لگی "میرے والد آپ کو بُلا رہے ہیں تاکہ آپ نے ہمارے لیے جانوروں کو پانی جو پلایا ہے اس کا جر آپ کو دیں" (سورہ القصص: 25)

ان عورتوں کے والد نے حضرت موسیٰ علیہ سلام کو نوکری دے دی اور اپنی بیٹی کی شادی بھی حضرت موسیٰ سے کروادی۔ اس طرح ایک دعا کی بدولت اللہ تعالیٰ نے انہیں آٹھ دس سالوں کے لیے مدین میں آباد کر دیا۔

نبی پاک ﷺ نے بھی ہمیں نماز استخارہ کے زریعے اللہ تعالیٰ سے خیر کا سوال کرنا سکھایا۔ لفظ "استخاراً" بھی "خیر" سے نکلا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ سے اس کی علم کی بنابر خیر کا سوال کرنا۔ جابر بن عبد اللہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں استخارہ سکھاتے جیسے ہمیں قرآن کی سورۃ سکھاتے تھے، آپ ﷺ ہم سے فرماتے: "جب تم میں سے کوئی کسی کام کا رادہ کرے تو فرض کے علاوہ دور کعت نفل پڑھے اور یہ دعا پڑھے: اے اللہ! میں مجھ سے تیرے علم کے ویلے سے خیر طلب کرتا ہوں، مجھ سے تیری قدرت کے ویلے سے قوت طلب کرتا ہوں، مجھ سے تیرے بڑے فضل میں سے کچھ کا سوال کرتا ہوں، تو قدرت رکھتا ہے مجھ کو قدرت نہیں۔ تو جانتا ہے، میں نہیں جانتا، تو پوشیدہ چیزوں کا جاننے والا ہے، اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ اس معاملے میں یا اس کام میں میرے واسطے دین و دنیا، آخرت اور انجام کار کی خیر (بخلائی) ہے تو اسے میرا مقدر بنادے اور اسے میرے لیے آسان بنادے اور میرے لیے اس میں برکت عطا کر، اے اللہ! اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لیے دین، دنیا، آخرت اور انجام میں برائے تو مجھ کو اس سے پھیر دے اور اسے مجھ سے پھیر دے اور جہاں کہیں بخلائی ہو، اسے میرے لیے مقدر کر دے، پھر مجھے اس پر راضی فرم۔

(سنن ابو داؤد: 1538، صحیح)

جب ہم اللہ سبحان و تعالیٰ سے "خیر" کا سوال کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے خاص خزانوں میں سے وہ نعمتیں عطا فرماتا ہے جو وہ ہمارے لیے بہتر سمجھتا ہے۔





سورة مومن

اللہ کے سپرد

44

وَأُفْتَنْ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ

اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب دیکھنے والا (نگران) ہے

سورہ مومن (غافر) میں فرعون کے خاندان کے ایک مومن کا ذکر آتا ہے، وہ مومن کون تھا، اس کا نام کیا تھا یہ قرآن کریم نے ہمیں نہیں بتایا، بس یہ بتایا کہ وہ اہل فرعون میں سے تھا اور اس نے اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا ہوا تھا۔ لیکن جب فرعون نے کھلم کھلا حضرت موسیٰ علیہ سلام کو قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا تو اس مومن سے رہانہ گیا اور وہ پورے دربار کے سامنے بول اٹھا:

کیا تم ایک شخص کو محض اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے میر ارب اللہ ہے (سورہ المومن: 28)

اور پھر اس مرد مومن نے بھرے دربار میں، فرعون اور تمام درباریوں کے سامنے ایک بھی تقریر کی اور اپنی قوم کو بے جھک ایمان کی طرف دعوت دی۔ اللہ تعالیٰ کو اس شخص کی یہ ہمت اور ایمان کی طاقت اسقدر پسند آئی کہ قرآن کریم میں تقریباً پندرہ آیات اس مومن کی بالتوں پر مشتمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو مومن کہہ کر پکارا جو اپنے اندر ایک بہت بڑا اعزاز ہے، ایمان کا تمغا ہے۔ یہ باتیں کہتے وقت اس مومن کو پورا یقین تھا کہ اس کی حق گوئی کی وجہ سے فرعون کی پوری سلطنت کا عتاب اس پر ٹوٹ پڑے گا اور اسے محض اپنے اعزازات اور مفادات سے ہی نہیں بلکہ اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا۔ مگر سب کچھ جانتے ہوئے بھی اس نے صرف اللہ کے بھروسے پر اس نازک موقع پر اپنا فرض ادا کیا (تفسیر مولانا مودودی)۔ جب مومن اپنی سب باتیں کہہ پکاتا تو اس وقت اس نے اللہ تعالیٰ سے مذکورہ بالادعا کر کے اپنے آپ کو اور اپنے تمام معاملات کو اللہ سبحان و تعالیٰ کے حوالے کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑا:

نتیجہ یہ ہوا کہ ان لوگوں نے جو بری سے بری چالیں اس مومن کے خلاف چلیں، اللہ نے ان سب سے اس کو بچالیا، اور فرعون کے ساتھی خود بدترین عذاب کے پھر میں آگئے (سورہ المومن: 46)

اس مومن کی کہانی سے یہی ثابت ہوا کہ جو لوگ اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیتے ہیں تو اللہ سبحان و تعالیٰ انہیں کبھی بھی تہنہ نہیں چھوڑتا، فرعون ایک طاقتوتر ترین بادشاہ تھا جاہتا تو اسی وقت مومن کو قتل کروادیتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا زور نہیں چلنے دیا اور مومن کو ان لوگوں کے ناپاک اردوں سے بچالیا۔ ہمیں بھی اس دعا کے زریعے مشکل اوقات میں اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینے چاہیں کیونکہ بیشک وہ بڑا کام ساز ہے

سورہ النزخرف

سواری پر بیٹھنے کی دعا

(13)

سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ

پاک ہے وہ ذات جس نے ان (سواریوں) کو ہمارے بس میں کر دیا اور ہم تو انہیں قابو میں لانے کی طاقت نہ رکھتے تھے

یہ قرآن کی دعاؤں میں سے ایک ایسی دعا ہے جس سے ہم سب واقف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن کریم میں یہ دعا سکھائی کہ جب تم جانوروں اور بھری جہازوں پر سوار ہوا کرو، جن کو ہم نے تمہارے لیے مسخر کیا، تو یہ دعا پڑھا کرو۔ یہ دعا دراصل اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ ہماری سواری صرف اور صرف اللہ کی مرضی اور حکم سے ہمارے ماتحت ہے۔ ہم ہوائی جہازوں میں سفر کر پاتے ہیں صرف اس لیے کہ اللہ سبحان و تعالیٰ نے ہواؤں کو ہمارے لیے مسخر کر دیا، ہم بھری جہازوں میں سفر کر پاتے ہیں صرف اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے سمندروں کے پانیوں کو انسان کے تالیع کر دیا۔ اور اللہ ﷺ نے جانوروں کو بھی انسان کے قابو میں کر دیتا کہ وہ ان کو سواری کے طور پر استعمال کر سکیں۔ انسان اپنی پوری کوشش اور علم کے باوجود کبھی بھی ان سواریوں کو اپنے تالیع کرنے میں کامیاب نہ ہو پاتا اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ان پر اختیار نہ دیتے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں سفر میں جانے کے لئے اپنے اونٹ پر سوار ہوتے تو تین بار اللہ اکبر فرماتے، پھر یہ دعا پڑھتے:

سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ، وَإِنَّا إِلَى رِبِّنَا لِمُنْقَلِبٍ وَنَحْنُ نَسْأَلُكَ فِي سَفَرِنَا هَذَا الْبَرَّ وَالثَّقَوْيِ، وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرَضَى. اللَّهُمَّ هَوْنَ عَلَيْنَا سَفَرُنَا هَذَا وَاطِّ عَنَّا بُعْدَهُ، اللَّهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ، وَالْخَلِيلُ فِي الْأَهْلِ. اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ، وَكَبَّةِ الْمَنَظَرِ، وَسُوءِ الْمَقْلِبِ فِي الْمَالِ وَالْأَهْلِ

پاک ہے وہ ذات جس نے اس جانور کو ہمارے تالیع کر دیا اور ہم اس کو دبانے سکتے تھے اور ہم اپنے پروردگار کے پاس لوٹ جانے والے ہیں۔ اے اللہ! ہم تجھ سے اپنے اس سفر میں نیکی اور پر ہیزگاری مانگتے ہیں اور ایسے کام کا سوال کرتے ہیں جسے تو پسند کرے۔ اے اللہ! ہم پر اس سفر کو آسان کر دے اور اس کی مسافت کو ہم پر تھوڑا کر دے۔ اے اللہ تو ہی سفر میں رفیق سفر اور گھر میں نگران ہے۔ اے اللہ! میں تجھ سے سفر کی تکلیفوں اور رنج و غم سے اور اپنے مال اور گھروں کی طرف برعکس حال میں لوٹ کر آنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں

(صحیح مسلم: 3275)



چالیس سال کی عمر کی دعا

وَوَصَّيْنَا إِلِّيْسَانَ بِوَالدَّيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمِلَهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۖ حَقِّيْ إِذَا
بَلَغَ أَشْدَهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّيْ أُوْزَعْنِيْ أَنْ أَشْكُرْ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيْهِ وَعَلَى وَالدَّيْهِ وَأَنْ أَعْمَلْ صَالِحًا
تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِيْ فِي ذُرِّيَّتِيْ ۖ إِنِّي تُبَثِّ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ

15

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ بہترین سلوک کرنے کا حکم دیا۔ اس کی ماں نے اس کو تکلیف سے پیٹ میں رکھا اور تکلیف ہی سے جنا۔ اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوڑنا تیس مہینے میں ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جب خوب جوان ہوتا ہے اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے تو کہتا ہے کہ "اے میرے پروردگار مجھے توفیق دے کہ تو نے جو احسان مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے ہیں ان کے لیے شکر گزار بن سکوں اور یہ کہ وہ نیک عمل کروں جن سے تو راضی ہو۔ اور میرے لیے میری اولاد نیک اور صالح بننا۔ یقیناً میں توبہ کرتا ہوں اور یقیناً میں (تیرے)
فرمانبرداروں میں ہوں"

اللہ سبحان و تعالیٰ اس آیت میں ہمیں یاد کرواتے ہیں کہ تم بے جان، کمزور، لا علم یاد کرو جب تم اپنی ماں کے پیٹ میں تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہماری ماں کے وہ احسانات یاد دلاتے ہیں جو ہماری یادداشت اور شعور کے شروع ہونے سے پہلے ہم پر کیے گئے۔ کیسے ہمارے ماں نے حمل کی تمام تکلیف برداشت کیں، پھر کس شدید تکلیف اور کرب سے گزر کر اس نے ہمیں جنا۔ سب مائیں اس بات کی گواہی دیں گی کہ بچے کی پرورش کے پہلے تمیں مہینے سب سے زیادہ مشکل ہوتے ہیں جب بچہ اپنی ہر ضرورت کے لیے ماں پر منحصر ہوتا ہے۔ آخر یہ تیس مہینے یاد کروانے میں اللہ تعالیٰ کی کیا حکمت ہے؟ جیسے ہمیں ہماری ماں کے یہ احسانات نہیں یاد اسی طرح ہم اکثر اللہ سبحان و تعالیٰ کے بھی احسانات اور عنایتیں فراموش کر بیٹھتے ہیں۔ ہم بھول جاتے ہیں کہ ہماری ہر سانس، ہر دھڑکن ہمارے رب کی عنایت ہے۔

وَإِنْتَمْ مِنْ كُلِّ مَا سَأَلَتُمُوهُ ۚ وَإِنْ تَعْدُوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُخْصُوهَا ۖ إِنَّ الْإِنْسَنَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ

جس نے وہ سب کچھ تمہیں دیا جو تم نے مانگا۔ اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے (سورۃ البر آیہ: 34)

اللہ تعالیٰ کی ان بے شمار نعمتوں کے ساتے میں انسان پر وان چڑھتا ہے یہاں تک کہ وہ چالیس سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے۔ آجکل کی دنیا میں انسانوں کی اوسط عمر 60-70 سال ہے، جب تک انسان چالیس سال کا ہوتا ہے وہ اپنی دو تہائی زندگی گزار چکا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں چالیس سال کی عمر کو اہمیت دی ہے، اللہ تعالیٰ احکیم ہے وہ جانتا ہے کہ یہ عمر انسان کے لیے سوچنے، سمجھنے اور بدلنے کے لیے بہترین عمر ہے۔

چالیس سال کی عمر تک زیادہ تر لوگ اپنی زندگی کے تجربوں سے خاطر خواہ نفسیاتی، جذباتی اور فلسفیانہ نتائج پر پہنچ چکے ہوتے ہیں۔ زندگی کے تجربے انسان کو اس عمر تک ایک پختہ سوچ دیتے ہیں، یہ ایک ایسی عمر ہے جس میں انسان رک کر اپنی زندگی کی نعمتوں پر غور کر سکے۔

جب بھی کسی مہذب انسان کے ساتھ کوئی اچھائی کرے تو اس کے اندر یہ قدرتی خواہش پیدا ہوتی ہے کہ اچھائی کرنے والے کا شکر ادا کیا جائے۔ جب آپ اپنی زندگی پر اللہ تعالیٰ کی بے پناہ نعمتوں کا شمار کرتے ہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا شکر کیسے کیا جائے؟ یہی خواہش انسان کو اللہ کا شکر گزار اور فرمانبردار بنتا ہے اور وہ دعا کرتا ہے کہ "اے میرے پروردگار مجھے توفیق دے کہ تو نے جو احسان مجھ پر کیے ہیں ان کے لیے شکر گزار بن سکوں۔"

چالیس سال کی عمر اس لحاظ سے بھی اپنی سوچ اور عمل بدلنے کے لیے بہترین ہے کیونکہ ابھی بہت دیر نہیں ہوئی، ابھی بھی انسان کے پاس عمر کا ایک تہائی حصہ باقی ہے جو وہ اپنا عمل بدل کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں گزار سکتا ہے۔ حضور پاک ﷺ پر چالیس سال کی عمر میں وحی نازل ہونا شروع ہوئی۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں رسول بنایا گیا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ مکرمہ میں تیرہ سال تک وحی آتی رہی اس کے بعد آپ کو بھرت کا حکم ہوا اور آپ نے بھرت کی حالت میں دس سال گزارے۔ (مدینہ میں) جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کی عمر تریسیٹھ سال کی تھی۔

(صحیح البخاری: 3902)

اس 23 سال کے عرصے میں حضور پاک ﷺ نے صرف اپنی زندگی کو بلکہ اپنے ارد گرد ہزاروں لوگوں کی زندگیوں کو، اپنے معاشرے کو یہاں تک کہ ان چند سالوں میں پوری دنیا کو بدل ڈالا۔ چالیس سال کی عمر میں انسان کے پاس وہ ہمت، طاقت اور جذبہ ہوتا ہے جس سے وہ اپنی زندگی کا رخ موڑ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے کا مطلب صرف نماز اور روزہ نہیں بلکہ ہمارا دین ایک مکمل طرز حیات ہے، جب آپ صراط مستقیم پر چلنے کا عہد کرتے ہیں تو اپنی پوری زندگی کو یکسر قرآن اور سنت کے مطابق ڈھالنا ہی اصل تبدیلی ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ حدید میں فرماتے ہیں:



کیا ایمان لانے والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے پگھلیں اور اس کے نازل کردہ حق کے آگے جھکیں اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں پہلے کتاب دی گئی تھی توجب ان پر ایک طویل مدت گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے۔ اور ان کی اکثریت اب فاسقوں پر مشتمل ہے۔ (سورۃ الحمد: 16)

اللہ تعالیٰ ہمیں دلوں کی سختی سے بچائے کیونکہ جب دل سخت ہو جاتے ہیں تو چاہے ساری عمر بھی گزر جائے کسی قسم کی کوئی نصیحت اور ہدایت فائدہ نہیں پہنچا پاتی۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کے اجر کا اعلان فرماتے ہیں جو صحیح وقت پر، صحیح نتیجے پر پہنچ گیا اور جس نے اپنے لیے شکر اور اطاعت کا فیصلہ کیا

اس طرح کے لوگوں سے ہم ان کے بہترین اعمال کو قبول کرتے ہیں اور ان کی برائیوں سے در گزر کر جاتے ہیں۔ یہ جنتی لوگوں میں شامل ہوں گے اس سچے وعدے کے مطابق جوان سے کیا جاتا رہا ہے

(سورۃ الاحقاف: 16)



إِلَّا مَتَّعُ الْغُرُورِ [57:20]

آپنی مَغْلُوبَ فَانْتَصِرْ 10

میں بے بس ہوں تو تمیری مدد کر

حضرت نوح علیہ سلام نے 950 سال تک اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کا پیغام دیا، لیکن اس قوم نے ان کی دعوت کو بری طرح سے مسترد کیا اور ان کا مذاق اڑاتے رہے۔ کبھی ان کی قوم نے انہیں جادو گر کہا اور کبھی مجھوں۔ کچھ روایات کے مطابق اس لمبے عرصے میں صرف 80 لوگ ہی حضرت نوح علیہ سلام پر ایمان لائے۔ یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ سلام کی بیوی اور بیٹا بھی ان پر ایمان نہ لائے۔ تقریباً ایک ہزار سال تک نہایت صبر کے ساتھ تبلیغ کرنے کے بعد آخر حضرت نوح نے یہ دعا کی۔ یہ دعا آپ نے اپنے دکھ اور اپنی فاسق قوم سے تنگ آگر سخت بیتابی کے عالم میں کی۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الصافات میں اس دعا کا ذکر فرماتے ہیں:

اور ہمیں نوح (علیہ سلام) نے پکارا تو (دیکھ لوا) ہم کیسے اچھے دعا قبول کرنے والے ہیں۔ ہم نے اسے اور اس کے گھروالوں کو اس زبردست مصیبت سے بچالیا (سورۃ الصافات: 75-76)

"نصر" کا مطلب مدد، حمایت، ساتھ دینا، ساتھ کھڑے ہونا، فتح یا کامیابی میں مدد کرنے کے ہیں۔ حضرت نوح علیہ سلام کی طرح ہر انسان کی زندگی میں ایسے حالات و واقعات پیش آسکتے ہیں جب وہ اپنے آپ کو بے بس محسوس کرنے لگے۔ جب انسان کو اپنا آپ پر بیشانیوں میں ڈوبتا محسوس ہو تو وہ اکثر گھبر اکر اپنے ارد گرد مخلوق اور اسباب کی مدد ڈھونڈنا شروع کر دیتا ہے۔ ایسے وقت میں یہ یاد رکھنا بہت ضروری ہے کہ مدد صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسکتی ہے، اسباب استعمال کرنا غلط نہیں مگر اسباب پر انحصار کرنا غلط ہے۔ اسباب میں برکت ڈالنے والا صرف ہمارا رب ہے تو پھر مدد بھی صرف اپنے رب سے ہی مانگی چاہیے:

اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے؟ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے (سورۃ آل عمران: 160)

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن میں بتاتے ہیں کہ ماضی میں بے شمار انبیاء اور مومنین پر سخت آزمائیں آئیں لیکن انہوں نے کبھی امید نہیں چھوڑی۔ وہ دین پر ثابت قدم رہے اور اللہ کی مدد کا صبر کے ساتھ انتظار کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ المقرہ میں فرماتے ہیں۔

کیا تم یہ گمان کیے بیٹھے ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے، حالانکہ اب تک تم پر وہ حالات نہیں آئے جو تم سے اگلے لوگوں پر آئے تھے۔ انہیں بیماریاں اور مصیبیں پہنچیں اور وہ یہاں تک جنگجوڑے گئے کہ رسول اور اس کے ساتھ کے ایمان والے کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی

اسی آیت میں اللہ تعالیٰ انہیں جواب دیتے ہیں:

أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ

(اس وقت انھیں تسلی دی گئی کہ) سن لو! اللہ کی مدد قریب ہے (سورۃ البقرۃ: 214)

بدر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتے بھیج کر مومنین کی مدد فرمائی تو مسلمانوں نے اپنے سے تین گناہ بڑی فوج کو شکست دے دی۔

اور مدد تو صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے جو کہ زبردست حکمت والا ہے (سورۃ ال عمران: 126)

اللہ تعالیٰ جو بہت حکمت والا، علیم و خبیر ہے وہ آپ کے حالات سے واقف ہے، وہ دلوں کے بھیج جانتا ہے، اور یہ بھی جانتا ہے کہ کس وقت اور کیسے دعاقبول کرنی ہے۔ ہمارا کام صرف دعا کرنا ہے اور اپنی امید کو صرف اللہ تعالیٰ سے جوڑ کر رکھنا ہے۔

إِنَّ رَبِّيْ قَرِيبٌ مُّجِيْبٌ

بیشک میرارب قریب اور دعاوں کا قبول کرنے والا ہے (سورۃ الحود: 61)

أَنِّي مَغْلُوبٌ فَاكَنَّ تَصِرُّ [54:10]



سورۃ الحشر

اہل ایمان کے لیے کدورت

رَبَّنَا أَغْفِرْ لَنَا وَلَا خُوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غُلًّا لِّلَّذِينَ أَمْنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ

اے ہمارے رب! تو بخش دے ہمیں بھی اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لیے کوئی کدورت نہ پیدا ہونے دے اے ہمارے رب پیشک تو نہایت شفیق اور رحم فرمانے والا ہے (10)

اس سورۃ مبارکہ میں اللہ سبحان و تعالیٰ مسلمانوں کے تین گروہوں کا ذکر فرماتے ہیں: مهاجرین، انصار اور ان کے بعد آنے والے مسلمان۔ یہ دعا اس تیرے گروہ کے مسلمانوں کی ہے جنہوں نے ایمان میں مهاجرین اور انصار کی پیروی کی۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ میں بھی ان تین گروہوں کا تذکرہ فرمایا:

جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مهاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی۔ اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سے خوش ہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں اور اس نے ان کے لیے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہیں بہہ رہی ہیں اور ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے (سورۃ التوبۃ: 100)

اس گروہ کے لوگ، اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمارے دل میں دوسرے مسلمانوں کے لیے "غل" نہ پیدا ہونے دے۔ "غل" کے لفظی معنی لو ہے کی زنجیریں، بیڑیاں، طوقیں وغیرہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہی "غل" کا لفظ دلوں کی نفرت، کدورت اور بغض کے لیے استعمال فرمایا۔ اس لیے کہ جب ہمارے دل میں کسی کے لیے کدورت ہوتی ہے تو ہمارا دل اس کدورت اور بغض کی زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑ جاتا ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ آجکل ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے نفرت کرتا نظر آتا ہے، ہم بری طرح سے فرقہ واریت کا شکار ہو گئے ہیں۔ اختلاف رائے، نفرتوں میں تہذیل ہو گیا ہے۔ ایسے وقت میں ہمیں اس دعا کی اشد ضرورت ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو اپنے مسلمان بھن بھائیوں کی نفرت سے پاک فرمائے۔ آمین

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر صاف دل، زبان کا سچا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: زبان کے سچے کو تو ہم



سچھتے ہیں، صاف دل کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پر ہیزگار صاف دل جس میں کوئی گناہ نہ ہو، نہ بغاوت، نہ کینہ اور نہ حسد۔
 (سنن ابن ماجہ: 4216، صحیح)

حضور پاک ﷺ نے ہمیں دلوں کے "غل" اور کدورت کو ختم کرنے کا طریقہ بھی ہمیں سکھایا۔ عبد اللہ الخراسانی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مصطفیٰ کرواس سے دلوں کی کدورت ختم ہو جائے گی۔ ایک دوسرے کو تھائف دو اور ایک دوسرے سے محبت کرواس سے دشمنی ختم ہو جائے گی۔ (موطا امام مالک: کتاب 47: حدیث 16، صحیح)

اللہ تعالیٰ ہمیں سورۃ الاعراف میں خوشخبری دیتے ہیں کہ جنت میں دلوں کی کدورت تیس دور کردی جائیں گی:

اور جو کینے ان کے دلوں میں ہوں گے ہم سب نکال ڈالیں گے۔ ان کے مخلوقوں کے یونچے نہبیں بہہ رہی ہوں گی اور کہیں گے کہ خدا کا شکر ہے جس نے ہم کو یہاں کارستہ دکھایا اور اگر خدا ہم کو رستہ نہ دکھاتا تو ہم رستہ نہ پاسکتے۔ بے شک ہمارے پروردگار کے رسول حق بات لے کر آئے تھے اور (اس روز) منادی کر دی جائے گی کہ ”تم ان اعمال کے صلے میں جو دنیا میں کرتے تھے اس بہشت کے وارث بنادیئے گئے ہو“

(سورۃ الاعراف: 43)

یہ دعا خاص طور پر ایسے مسلمانوں کے لیے ہے جن کے دلوں میں دوسرے مسلم بہن بھائیوں کے لیے کینہ یا کدورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی تمام کدورتوں کو بھول کر ایک دوسرے کو معاف کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔



وَيَضْعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَأَلْأَغْلَلَ [7:157]

نور کامل

8

رَبَّنَا أَتَيْمَ لَنَا نُورٌنَا وَأَغْفِرْ لَنَا ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

اے ہمارے رب! ہمارے لیے ہمارے نور کو کامل کر دے اور توہین میں بخش دے یقیناً توہر شے پر قادر ہے

آخرت کے روز لوگ سخت اندر ہیرے میں جمع کیے جائیں گے اور پھر مومنین میں، ان کے اعمال کے اعتبار سے، نور بانٹا جائے گا۔

جس دن تم مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھو گے کہ ان (کے ایمان) کا نور ان کے آگے آگے اور داہنی طرف چل رہا ہے (تو ان سے کہا جائے گا کہ) تم کو بشارت ہو (کہ آج تمہارے لئے) باعث ہیں جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہیں ان میں ہمیشہ رہو گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے
(سورۃ الحمد: 12)

اس دن تمام انسانیت کو "پل صراط" پر جمع کیا جائے گا۔ یہ پل جہنم کی آگ کے اوپر سے گزرتا ہے۔ احادیث کے مطابق یہ ایک بہت کانٹے دار پل ہو گا۔ ایک اور روایت کے مطابق یہ پل بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہو گا۔ اس دن کچھ لوگ تو بجلی کی سی تیزی سے اسے پار کر لیں گے اور انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچ پانے گا، کچھ لوگ زخمی ہو کر دوسرے کنارے پر پہنچیں گے اور کچھ جہنم کی آگ میں جا گریں گے۔ اس دن ہمارے نبی پاک ﷺ سب سے پہلے اس پل کو پار کریں گے۔ اس دن سخت اندر ہیرے میں اس پل کو پار کرنا انتہائی مشکل ہو گا اور ہر انسان روشنی اور نور کے لیے ترس رہا ہو گا۔ عبد اللہ ابن مسعود نے اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے نفرمایا:

"اس دن لوگ اپنے اعمال کے مطابق صراط کو پار کریں گے۔ کچھ لوگ ایسے ہونگے کہ انکے نور کی روشنی پہلاں کی طرح ہو گی، کچھ کی کھجور کے درخت جتنی، کچھ آدمی کے قد جتنی۔ سب سے کم روشنی ایک انگلی کے برابر ہو گی جو کبھی جلے گی اور کبھی بجھ جائے گی" (ابن کثیر)۔ علماء کرام کے مطابق یہ نور جوان کے آگے ہو گا وہ ایمان کا نور ہے جو ان کے سینوں سے نکل رہا ہو گا اور ان کی داہنی جانب نور ان کے دائبے ہاتھ سے نکل گا جو نیک اعمال کا نور ہے۔ اس دن مکمل نور حاصل کرنے کے لیے پختہ ایمان، نیک اعمال اور اللہ تعالیٰ سے مخلصانہ دعا کرنی چاہیے کہ اللہ سبحان و تعالیٰ ہمیں اس مشکل وقت کے اندر ہیروں میں نور کا مل عطا فرمائے۔ یہی وہ نور ہے جو ہمیں قیامت کے روز بچا سکتا ہے۔ یہی نور مومنین کے لیے فخر کا باعث ہو گا اور انہیں کافروں اور منافقین سے ممتاز کرے گا۔

اُس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں۔ تو ان سے کہا جائے گا کہ پیچھے (یعنی دنیا) کو لوٹ جاؤ اور (دہان) نور تلاش کرو۔ (سورۃ الحمد: 13)



بریدہ اسلامی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا :

”اندھیرے میں چل کر مسجد آنے والوں کو قیامت کے دن کامل نور کی بشارت دے دو“ (جامع الترمذی: 223، صحیح)

عمرو بن عبše رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:



جس شخص کے بال اللہ کی راہ میں سفید ہو جائیں، قیامت کے دن اس کے لیے نور ہو گا۔ (جامع الترمذی: 1635، صحیح)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد جاتے ہوئے یہ دعا کیا کرتے تھے

اللَّهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا وَ فِي لِسَانِي نُورًا وَاجْعَلْ فِي سَمْعِي نُورًا وَاجْعَلْ فِي بَصَرِي نُورًا
 وَاجْعَلْ مِنْ خَلْفِي نُورًا وَمِنْ أَمَامِي نُورًا وَاجْعَلْ مِنْ فَوْقِي نُورًا وَمِنْ تَحْتِي نُورًا. اللَّهُمَّ
 وَأَعْظُمْ لِي نُورًا



اے اللہ! تو نور پیدا فرمائیں دل میں، میری زبان میں، میرے سنتے میں، میری نگاہ میں، میرے پیچھے، میرے آگے، میرے اوپر اور میرے نیچے۔ اور اے اللہ! میرے لیے نور کو بڑا بناوے۔ (سنن ابی داؤد: 1353، صحیح)

ہمیں قرآن کریم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کو اللہ سبحان و تعالیٰ نے اس دنیا میں نور عطا فرمار کھا ہے۔ ہدایت کا نور، قرآن اور ایمان کا نور۔

ایسا شخص جو پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اس کو ایک اپیان نور دے دیا کہ وہ اس کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے۔ کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے؟ جو تاریکیوں سے نکل ہی نہیں پاتا (سورۃ الانعام: 122)

اللہ تعالیٰ سورۃ الحمد میں فرماتا ہے:

اے وہ لوگ جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور اس کے رسول پر ایمان لا! وَاللَّهُ تَعَالَى میں اپنی رحمت کا دگنا حصہ دے گا اور تمہیں نور دے گا جس کی روشنی میں تم چلو پھر و گے اور تمہارے گناہ بھی معاف فرمادے گا، اللہ بخشنے والا مہربان ہے (سورۃ الحمد: 28)

یہ نور اللہ کی کتاب کا نور ہے، جو اللہ سبحان و تعالیٰ ان لوگوں کو عطا فرماتے ہیں جو قرآن حکیم کو مضبوطی سے تھام کر رکھتے ہیں۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا:



اللہ کی کتاب جس میں ہدایت اور نور ہے، جس نے اس کو مضبوطی سے تھام لیا اور اسے کپڑا لیا وہ ہدایت پر ہو گا اور جو اس سے ہٹ گیا وہ گمراہ ہو جائے گا (صحیح مسلم : 6227)

جنت میں گھر

رَبِّ أُبْنِي لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ

اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں گھر بنا

آئیہ بنت مزاحم، فرعون کی بیوی تھیں۔ خدائی کا دعوہ کرنے والے فرعون کی بیوی اللہ کی سچی اور فرمانبردار بندی تھی۔ فرعون کا ظلم اور تشدد حضرت آئیہ رضی اللہ عنہا کے ایمان کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکا۔ ابن حجر سے روایت ملتی ہے کہ: فرعون اپنی بیوی پر سخت سورج کی گرمی میں تشدد کیا کرتا اور جب فرعون تشدد ختم کرتا تو فرشتے حضرت آئیہ کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے۔ حضرت آئیہ کو دنیا میں ہی ان کا جنت کا گھر دکھا دیا گیا تھا (ابن کثیر)۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:



"ساری دنیا کی عورتوں میں سے تمہیں مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد، اور فرعون کی بیوی آئیہ کافی ہیں"

(جامع الترمذی: 3878، صحیح)

ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :



مردوں میں سے بہت سارے مرد درجہ کمال کو پہنچے اور عورتوں میں سے صرف مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آئیہ درجہ کمال کو پہنچی (جامع الترمذی: 1834، صحیح)

غور کیجیے کہ حضرت آئیہ رضی اللہ عنہا کوئی عام خاتون نہیں تھیں، وہ فرعون کی بیوی یعنی مصر کی ملکہ تھیں۔ وہ چاہتیں تو فرعون کو رب مان کر شان و شوکت کی زندگی گزار سکتی تھیں مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کا راستہ نہیں چھوڑا۔ ہر قسم کا ظلم اور تشدد برداشت کیا۔ ان کی نظر دنیا کی آسائشوں پر نہیں بلکہ آخرت کی دائیٰ کامیابی پر تھی۔ ان کی نظر دنیا کے مخلوقوں پر نہیں بلکہ جنت کے گھر پر تھی اور گھر بھی ایسا جو اللہ کے پاس ہو۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ثابت قدم رکھنے کے لیے انہیں جنت میں ان کا گھر دکھادیا تھا اور اسی نے انہیں ایمان پر قائم رکھا۔ اور اسی صبر اور ثابت قدمی نے حضرت آئیہ کو ایمان میں درجہ کمال تک پہنچا دیا۔

شیطان، بری نظر اور جادو

**قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَمِنْ شَرِّ
غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ وَمِنْ شَرِّ
حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ**

کہو کہ میں صبح کے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں۔ ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے۔ اور انہیں رات کی تاریکی کے شر سے جب اس کا انہیں اپھیل جائے۔ اور گرہ (لگا کر ان) میں پھونٹنے والیوں کے شر سے اور حسد کرنے والے کی برائی سے جب حسد کرنے لگے۔

**قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ إِلَهِ النَّاسِ مِنْ شَرِّ
الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ مِنَ
الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ**

کہو کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں۔ لوگوں کے مالک کی۔ لوگوں کے معبدوں کی۔ اس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو بارہا پلٹ کر آتا ہے۔ جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ (خواہ) وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔

سورۃ الفلق اور سورۃ الناس ایک ساتھ نازل ہوئیں اور انہیں مجموعی طور پر "المعوذۃ تین" (پناہ مانگنے والی دوسر تین) کہا جاتا ہے۔ زیادہ تر علماء کی رائے کے مطابق یہ سورتیں مدینہ میں نازل ہوئی، یہ وہ زمانہ تھا جب مدینہ میں لمید بن عاصم نامی ایک یہودی نے حضور پاک ﷺ پر جادو کیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا اور کیفیت یہ ہوئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سمجھنے لگے کہ فلاں کام آپ نے کر لیا ہے حالانکہ وہ کام آپ نے نہیں کیا تھا (صحیح البخاری: 6391)

اس موقع پر نبی کریم ﷺ یہ دونوں سورتیں جادو کے اثر کو ختم کرنے کے لیے نازل ہوئیں۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:



”اللہ نے مجھ پر کچھ ایسی آیتیں نازل کی ہیں کہ ان جیسی آیتیں (اس سے پہلے) کہیں نہیں دیکھی گئیں، وہ ہیں قل أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ» سورۃ کے آخر تک اور «قل أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ» سورۃ کے آخر تک۔ (جامع الترمذی: 3367، صحیح)

مختلف احادیث میں ہمیں "معوذ تین" کے بہت سے فaudے اور انہیں پڑھنے کے بہترین اوقات ملتے ہیں:

سونے سے پہلے

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ :



نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات جب بستر پر آرام فرماتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر «قل هو الله أحد»، «قل أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ» اور «قل أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ» (تینوں سورتیں مکمل) پڑھ کر ان پر پھونکتے اور پھر دونوں ہتھیلیوں کو جہاں تک ممکن ہوتا اپنے جسم پر پھیرتے تھے۔ پہلے سر اور چہرو پر ہاتھ پھیرتے اور سامنے کے بدن پر۔ یہ عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین دفعہ کرتے تھے) صحیح البخاری: 5017

شفاء کے لیے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ :



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار پڑتے تو معوذات کی سورتیں پڑھ کر اسے اپنے اوپر دم کرتے (اس طرح کہ ہوا کے ساتھ کچھ تھوک بھی نکلتا) پھر جب (مرض الموت میں) آپ کی تکلیف بڑھ گئی تو میں ان سورتوں کو پڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے برکت کی امید میں آپ کے جسد مبارک پر پھیرتی تھی۔ (صحیح البخاری: 5016)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ :



جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروالوں میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ المعوذات (پناہ دلانے والی سورتیں) اس پر پھونکتے۔ پھر جب آپ اس مرض میں متلا ہوئے جس میں آپ کی رحلت ہوئی تو میں نے آپ پر پھونکنا اور آپ کا اپنا ہاتھ آپ کے جسم اٹھ پر پھیرنا شروع کر دیا کیونکہ آپ کا ہاتھ میرے ہاتھ سے زیادہ بار برکت تھا (صحیح المسلم: 5714)

فرض نماز کے بعد

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ :



مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں ہر نماز کے بعد معوذات پڑھا کروں
(سنن ابی داؤد: 1523، صحیح)

صبح اور شام کے اذکار

عبداللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ :

ہم ایک بارش والی سخت تاریک رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے نکلے تاکہ آپ ہمیں نماز پڑھادیں، چنانچہ میں آپ کو پا گیا، آپ نے فرمایا: ”کہو (پڑھو)“، تو میں نے کچھ نہ کہا: ”کہو“ آپ نے پھر فرمایا، مگر میں نے کچھ نہ کہا، (کیونکہ معلوم نہیں تھا کیا کہوں؟) آپ نے پھر فرمایا: ”کہو“، میں نے کہا: کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا: »قل هو الله أحد« اور »الموذتين« (»قل أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ«، »قل أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ«) صبح و شام تین مرتبہ پڑھ لیا کرو، یہ (سورتین) تمہیں ہر شر سے بچائیں گی اور محفوظ رکھیں گی۔

(جامع الترمذی: 3575، حسن)



انتساب

اس کتاب میں قرآن کی آیات مندرجہ ذیل ویب سائٹ سے بلا تبدیلی اخذ کی گئی ہیں:

<https://www.quran.com>

- 1

قرآنی آیات کا ترجمے مندرجہ ذیل علماء سے لیا گیا ہے:

ڈاکٹر اسرار احمد

مولانا تقی عثمانی

مولانا مودودی

مولانا جو ناگر ھی

- 2

احادیث کو مندرجہ ذیل ویب سائٹ سے نقل کیا گیا ہے:

<https://hamariweb.com>

- 3

<https://sunnah.com>

اس کے لیے علاوه ریسرچ کے لیے مندرجہ ذیل تفاسیر استعمال کی گئی ہیں:

تفہیم القرآن - سید ابوالا علی مودودی

بیان القرآن (ڈاکٹر اسرار احمد)

تفسیر مولانا تقی عثمانی

تفسیر ابن کثیر

قرآن کورٹو کور (Quran cover to cover) نعمان علی خان www.bayyinah.tv

- 4

تصاویر:

فرید عمارہ

Midjourney

دیگر

- 5



الله
فیض